بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِعۡدِلُوۡا ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی

ثنائی جرگہ کا صحیح خاکہ

الامرالرشادلمولّف القول السداد

المعروف بہ

غمزاللھوات بردّالھفوات

الامرتسری کی تفسیر وعقائد کے متعلق علماء اہلِ حدیث ہند وسند،

پنجاب وعرب وحجاز ونجد ووالی نجد کے زرّیں ارشادات

معہ

مسلمانوں کے ایمان وعقائد کو برباد کرنے والا

ثنائی ترجمہ اور اس کے اغلاط

از

العاجز الحقیر الفقیر الیٰ ربہ المستجیر ابی عبدالکبیر محمد عبدالجلیل السامرودی

ناشر

دارالکتاب والسنہ جماعت غرباء اھلحدیث

۹۹۸ پان منڈی، صدر بازار، دہلی ۱۱۰۰۰۶، فون: ۰۱۱-۲۳۶۲۴۹۱۳

ملنے کا پتہ

دارالسنہ محمدیہ مسجد

۴۹/اے مین واڑہ روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳ فون: ۰۲۲-۲۳۴۵۵۲۷۶/۲۳۴۵۴۱۹۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واز واجہٖ واصحابہٖ اجمعین

شیخ الاسلام علامہ ابوعبدالکبیر محمد عبدالجلیل السامرودی رحمہ اللہ مصنف کتابِ ھذا فرید زمانہ فی علم الحدیث والفقہ وعلم الرجال والتاریخ، چودھویں صدی کے بے نظیر محدث، صاحبِ زھد وتقوی، علمِ حدیث اور فقہ میں حد درجہ کا ملکہ رکھنے والے، ذب عن الشریعہ کے خاطر کسی کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر حق کو برملاء بیان کردینے والے جید اھلحدیث عالمِ دین تھے۔ اور علامہ رحمہ اللہ کے معاصرین علمائے اھلحدیث نے آپ سے استفادہ کیا۔

مولانا ابوالقاسم بنارسی سیف محمدی رحمہ اللہ جو مولانا فیض الرحمٰن مؤوی کے استاد الحدیث ہیں اپنے مکتوب مؤرخہ ۲/نومبر ۱۹۴۵ء میں رقمطراز ہیں: ''حضرت الفاضل النبیل سیدی ومولائی العلامہ عبدالجلیل الافخم، ....آپ کا وجود بھی جماعت میں غنیمت ہے، میں نے آپ جیسا وسیع النظر کسی کو فی زمانا وجماعتنا نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے وسعت علمی کو زیادہ فرمائے۔'' اسی طرح مولانا سیف بنارسیؒ اپنے خط مؤرخہ ۲۹ رمضان ۱۳۶۳ھ یوم الاثنین میں لکھتے ہیں:

''.....تین رسالے آپ کی خدمت میں حسب وعدہ بھیجے ہیں، تیسرا میرے اُس خطبہ کا جواب ہے جسے دیوبند نے شائع کیا ہے اور نام تحقیق اھلحدیث رکھا ہے، اسکے دنداں شکن جواب کی سخت ضرورت ہے۔ اسے اس غرض سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہا آپ دونوں کو بغور ملاحظہ فرما کر دیوبندی رسالے پر ایک حاشیہ تحریر فرمائیں جسمیں کافی مواد جمع ہو۔ جس طرح بھی آپ مناسب سمجھیں ہدایت مرحمت فرمائیں۔ مواد سے مری مدد فرمائیں۔''

خطیب العلما مولانا عبدالروؤف رحمانی جھنڈانگریؒ اپنے خط مؤرخہ ۲۲ اگست ۱۹۵۷ء میں فرماتے ہیں: ''سیف بنارسی مرحوم کے بعد صرف آپکے دم سے جماعت کا بھرا وقار قائم ہے۔ ایسے وسیع النظر عالم امام الوقت (کیونکہ آپ جماعت غرباء اھلحدیث کے امام بھی تھے) اب کہاں .....''

جناب علامہ مہاشہ سکسینہ عبدالرحیم فروزآبادیؒ (آگرہ) اپنے خط مؤرخہ ۲۹ جولائی ۱۹۶۳ء میں تحریر فرماتے ہیں ''جلسہ اھلحدیث فروزآباد کے موقع پر میں نے آپ کے تعلق سے سوال کیا (علماء جلسے سے) تو کہا گیا کہ ہندوستان اور پاکستان میں قرآن حدیث اور فقہ کا صرف ایک عالم ہے، اس کے علم اور معلومات کا اندازہ نہیں، فروعات میں ان کا میل نہ اھلحدیثوں میں کوئی ہے نہ حنفیوں میں، وہ تو سامرودی ہیں...)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

ثنائی جرگہ کا صحیح خاکہ

اَلْاَمْرُ الرَّشَادِ لِمُؤَلِّفِ الْقَوْلِ السَّدَادِ

المعروف

غَمْزُ اللَّهَوَاتِ بِرَدِّ الْهَفَوَاتِ

مولانا امرتسری کی تفسیر و عقائد کے متعلق علماء اہلِ حدیث ہند و سند
و پنجاب و عرب و حجاز و نجد و والی نجد کے زرّیں ارشادات

از تالیفِ لطیف

العاجز الحقیر الفقیر الیٰ ربّہ المستجیر ابی عبد الکبیر محمد عبد الجلیل السامرودی

شائع کردہ

دار الکتاب والسنہ جماعت غرباء اہل حدیث، دھلی ۶

ملنے کا پتہ: مدرسہ محمدیہ و مسجد ۴۹ رائے، میمن
واڑہ روڈ، ممبئی ۴۰۰۰۰۳

محمد انور غازی آخر ربیع النوی ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ہمارے مولانا سامرودی صاحب نے

تفصیلی جواب "القول السداد" مؤلفہ مولانا فیض الرحمٰن مئوی کا کامل اکمل طریقہ سے لکھ کر تیار کر دیا ہے جسکو عرصہ ہوا وہ آپکے پاس محفوظ ہے۔ مگر آج بجائے اُن جوابات تفصیلی کے طبع کے خیال ہوا کہ جس تفسیر کی تائید میں مولانا فیض مئوی نے قلم اٹھایا تھا اور جس کھونٹے کے بل بچھڑا کود رہا تھا اگر اُسکی بیخ کنی ہوجائے تو وہی مثل صادق آویگی کہ نہ بانس رہے نہ بانسری بجے۔

تفسیر ثنائی جس پر ہمارے مولانا فیض مئوی کو ناز ہے، اُس تفسیر کے متعلق ہمارے علماء حقانیین مشاہیر علماء اہلِ حدیث عرب وعجم، ہند وسند، حجاز ونجد والیِ نجد نے جو زریں فیصلہ جات صادر فرمائے ہیں، اُنھیں اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کر دیا جاوے تاکہ ثنائی تفسیر کی شرعی، دینی حیثیت کا بخوبی اندازہ ہوجاوے۔ اور اس تفسیر کیلئے فیصلہ کی صورت نہایت ہی حُسنِ اسلوبی سے وقوع میں آجاوے۔ اور تفصیلی جوابات کے طبع سے بالکلیہ سبکدوشی ہوجاوے جسکی بناء پر مولانا فیض مئوی صاحب نے زحمت قلم اٹھانے کی فرمائی تھی۔ اور مولانا موصوف نے سامرودی صاحب کو حاسد و باغض وغیرہ قرار دیا تھا۔

ہمارے بھائیوں کو روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاوے کہ سامرودی صاحب نے اُن سے حسد کی بناء پر قلم اٹھالیا ہے تو اُن علمائے اہلِ حدیث علماء ربانیین وحقانیین عرب وعجم، حجاز ونجد امیر المؤمنین جلالۃ الملک عبدالعزیز والیِ حکومتِ سعودیہ کو کیا حسد ہوسکتا ہے کہ علماء نے تو کسی چیز کے حسد کی زد میں قلم اٹھایا ہو۔ مگر والیِ نجد اور قاضی القضاۃ اور علمائے نجد کیوں حسد کے شکار ہوئے جس سے ہر متبع سنت نتیجہ بآسانی نکال سکتا ہے کہ یہ ثنائی تفسیر واُس کے معاونین پر قلم حسد کی بناء پر نہیں چلایا گیا ہے

بلکہ ذب عن الشریعۃ المحمدیۃ دین قویم صراطِ مستقیم کی ہمدردی ورفعتِ شان اور اُس کے معاندوں کی محض سرکوبی کی بناء پر اٹھایا گیا ہے۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔

اس پیش کردہ مضامین کو غور سے پڑھیں اور دادِ انصاف دیں، اِس دینِ متین پر ابلیسِ لعین نے کن کن ہستیوں کے روپ میں حملہ کیا اور کرایا۔ ہر ہر زمانہ میں حملہ آوروں کے وجودِ نامسعود کا ظہور ہوا تو خداوند کریم نے اُن کی سرکوبی کیلئے اپنے مخلص بندے پیدا کر دئے ہیں، عادۃ اللہ جاری وساری ہے، محدثین رحمہم اللہ کے وجودِ مسعود میں ایک خداوندی راز ہے جس کا اعتراف کئے بغیر چارہ ہی نہیں، حُسنِ اتفاق سے ہمارے اکابرین علمائے ہند وسند وپنجاب وعرب ونجد نے ثنائی رَوِش کو ہفوات ہی سے یاد کیا ہے، سوچنے کی بات ہے۔

منجانب: عبدالرحیم، باول والے، کلیان بلڈنگ ممبئی ۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کلام اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ: وَبَعْدُ:

حضرات محبّانِ طریقہ سُنت سَنِیّہ اہلِ حدیث کَثَّرَ اللّٰہُ سَوَادَھُمْ وَدَمَّرَ اَعْدَائَھُمْ اس مظلوم کی بھی قدرے سُن کر لِوَجْہِ اللّٰہ دادِ انصاف دیتے ہوئے حق گوئی سے دریغ نہ فرمائیں۔

حضرات! یہ ناچیز ابوعبدالکبیر محمد عبدالجلیل سامرودی نفس پرور انسان نہیں، اور نہ اِسمیں حمیّت وجاہلیّت کا مرض ہے۔ مجھ میں اگر مرض ہے تو صرف یہ ہے کہ میری تحریر حشو وزائد سے خالی مُدلّل ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے اہلِ علم کو میری تحریر کے خلاف قلم اٹھانے میں تأمّل رہتا ہے۔ اوّلاً تو میں اپنے ہم مشرب اہلِ علم حضرات پر بہت ہی کم قلم اٹھاتا ہوں۔ اُس جگہ اُن کے مقابلہ میں قلم اٹھاتا ہوں جس جگہ حق کا خون ہوتا ہو۔ صَوْنًا لِلسُّنَّۃِ النَّبَوِیَّۃِ۔ البتہ میری اکثر تحریر مقلّدین پر ہوا کرتی ہے، اور وہ بھی مُدلّل بدلائلِ وشیقۂ مذہبِ حنفیّہ جسپر انھیں قلم برداشت کرنیکی جرأت نہیں ہوسکتی۔

بارہا حسین احمد مدنی وغیرہ کو للکارا ہے۔ مگر صَد ابرنخواست۔ مدنی صاحب تو چل بسے، اُنکے حواری موجود ہیں۔ میرے مضامین "اخبارِ اہلحدیث" میں طبع ہوچکے ہیں۔ مجھے آج تک تو اُنکی طرف سے کوئی جواب ملا نہیں اور نہ ہی ملنے کی آئندہ امید۔ میں نے اپنے نفس پر التزام کرلیا ہے کہ حنفیّہ کے سامنے احادیثِ نبویّہ بتاکر انھیں انکارِ حدیث کے جُرم میں مبتلا نہ کیا جاوے۔ اسلئے اُن کے سامنے ایک نہیں سَو۱۰۰ احادیثِ نبویّہ صحیحین سے پیش کردیں۔ امام کے خلاف بجُز انکار اور تاویلات کے کچھ دستیاب نہیں ہوا کرتا۔ اُن کا وہ اصول جسے اُنکے فاضل کرخی نے قرآن واحادیثِ نبویّہ اُنکے امام کے خلاف ہونے پر تحریر کیا ہے بالکل واضح ہے۔ تاسیس النظر فاضل دبوسی کے ہمراہ مصر میں طبع ہوچکی ہیں۔ لہٰذا انھیں تو صرف اُن کے امام ومذہبی روایت

سے کلام انسب ہے اُس کا رد، اُس کا جواب پہاڑ سے بڑھکر ہوا کرتا ہے۔ اس ناچیز کو جب کبھی اُن سے تحریر کا سابقہ پیش آیا تو محض اُنھیں کی مسلّمہ کُتُب سے پیش آیا۔ اِسی بنا پر اس احقر نے دو۲ کتابیں عربی میں طَلَبَۃ العلم واہلِ علم کی سہولت کیلئے تالیف کی ہیں جسمیں عبادات کے مسائل کو اُنھیں کی مسلّمہ کُتُب سے ثابت کئے ہیں جنکا انکار امرِ محال سے ہے۔ اور ہمارے اہلِ علم حضرات کو اُنکی کُتُبِ فقہیّہ کی ورق گردانی سے بے نیاز بھی کردیتے ہے۔ ایک خالص فقہی عبارت پر مشتمل ہے، اور دوسری فقہی عبارات واَدِلّہ حدیثیّہ پر مشتمل ہے۔ اس مؤخر الذکر کا ترجمہ اردو بھی اِس پہلو سے کردیا ہے کہ اگر اُسکو علیٰحدہ طبع کرادیا جاوے تب بھی مستقل کتاب نظر آوے۔ اللہ تعالیٰ ان کے طبع کا بھی کوئی وقت نصیب کرے گا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔ اس کا نام "زُہْرَۃُ رِیَاضِ الْاَبْرَارِ مَا یُغْنِی النَّاسَ عَنْ حَمْلَۃِ الْاَسْفَارِ" ہے۔ مَیں کسی خاص وصف کا مالک نہیں ہوں، ہمارے شہرۂ آفاق حضرات اہلِ علم نے اِس احقر کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ مگر چند از مشت از خروارے (مجھے بخدا اس پر فخر نہیں ہے) صرف "وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ" کے پیشِ نظر اپنے بھائیوں کی ضیافتِ طبع کیلئے پیش کررہا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں مولانا امرتسریؒ کا مقولہ پیش کرتا ہوں۔ آپ مؤرخہ ۶ر۴ر ۴۷ء کے ملفوف میں لکھتے ہیں "از دفترِ اہلِ حدیث امرتسر، مجھے بھی آپ کی علمی حیثیت پر اعتماد ہے"۔ مولانا ابوالقاسم بنارسی سیف محمدی مولانا فیض الرحمٰن مئوی کے استاذُ الحدیث اپنے مکتوب مؤرخہ ۲۸ر۱۱ر۴۵ء میں تحریر فرماتے ہیں "حضرت الفاضل النبیل سیّدی ومولائی العلّامہ عبدالجلیل الافخم"۔ آپ لکھتے ہیں "آپ کا وجود بھی جماعت میں غنیمت ہے۔ میں نے آپ جیسا وسیع النظر کسی کو فی زمانِنا وجماعتِنا نہیں پایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی وسعتِ علمی کو زیادہ فرمائے"۔ مولانا سیف بنارسیؒ اپنے خط ۲۹ر رمضان المبارک یوم الاثنین ۶۳ھ کے خط میں لکھتے ہیں "میں نے بذریعۂ

رجسٹری پیکٹ تین رسالے آپکی خدمت میں حسبِ وعدہ بھیجے ہیں۔ تیسرا میرے اس خطبہ کا جواب ہے جسے دیوبند نے شائع کیا ہے۔ اور نام "تحقیق اہلِ حدیث" رکھا ہے۔ اس کے دنداں شکن جواب کی سخت ضرورت ہے۔ اس غرض سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ اب دونوں کو بغور ملاحظہ فرماکر دیوبندی رسالہ پر ایک حاشیہ تحریر فرمائیں جسمیں کافی مواد جمع ہوں۔ جس طرح بھی آپ مناسب سمجھیں ہدایت مرحمت فرمائیں۔ مواد سے میری مدد فرمائیں۔ آپ مؤرخہ ۹ رشوال پنجشنبہ ۶۳ھ کے خط میں تحریر فرماتے ہیں "میں نے تو سمجھا تھا کہ آپ دیوبندی رسالہ تحقیق اہلِ حدیث کے ہر صفحہ پر اپنا خاص نوٹ تحریر فرمائیں گے جسے میں پھیلالوں گا، لیکن اس میں بڑی زحمت ہوگی۔ یہ سب سے بہتر صورت ہے کہ میں جن جن امور کی بابت میں آپکو تکلیف دوں، انھیں پر قلم اٹھائیں"۔ مؤرخہ ۱۲ رشوال یوم سہ شنبہ ۶۳ھ کے خط میں لکھتے ہیں "قدوتی و مولائی .... پرسوں یکشنبہ کو جناب کا پوسٹ کارڈ اور پلندہ مضمون کا مع رقعہ سامی ایک ساتھ ہمدست ہوا۔ بیساختہ ہزاروں دعائیں زبان سے جناب کی شان میں نکلیں، ابھی میں فراہمیِ مواد کیلئے ڈیڑھ ماہ سے ورق گردانیِ کتب میں ہی مشغول رہا۔ اور ماشاء اللہ آپنے قلم برداشتہ چند دنوں میں پورا جواب ہی لکھ ڈالا۔ اور مواد اس قدر فراہم کر دئے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ کب آپ حوالہ نکالتے تھے اور کب قلمبند فرماتے تھے، نہایت تعجب ہے۔ کچھ نہیں خدا کا فضل آپکے شاملِ حال ہے جس سے ہم سیاہ کار گنہگار محروم ہیں"۔

مولانا عبدالرؤف خطیب العلماء جھنڈانگری مؤرخہ ۲۲ راگست ۵۷ء کے خط میں تحریر فرماتے ہیں "سیف بنارسی مرحوم کے بعد صرف آپ کے دم سے جماعت کا بھرم و وقار قائم ہے۔ ایسے وسیع النظر عالم امام الوقت اب کہاں موجود ہیں"۔ مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی سلمہٗ ربہٗ نے بارہا تحریروں میں میری وسعتِ

نظر کو سراہا ہے۔ آپکی تحریریں اس احقر کے پاس محفوظ ہیں۔ اور وہ بذاتِ خود اوکارہ میں بقیدِ حیات ہیں، معلوم کر سکتے ہیں[1]

جناب علامہ مہاسہ سکسینہ عبدالرحیم فیروزآبادی ضلع آگرہ اپنے خط مؤرخہ ۲۹ رجولائی ۶۳ھ میں لکھتے ہیں "جلسہ اہلِ حدیث فیروزہ آباد کے موقعہ پر میں نے آپ کے متعلق سوال کیا (علمائے جلسہ سے)، تو کہا کہ ہندوستان اور پاکستان میں قرآن و حدیث و فقہ کا صرف ایک عالم ہے۔ اور اس کے علم اور معلومات کا کنارہ نہیں ہے۔ فروعات میں اُن کا میل نہ اہلِ حدیثوں میں کوئی ہے نہ حنفیوں میں۔ وہ سامرودی ہے صرف ایک خرابی ہے۔ وہ امامیہ ہے۔

حضرات! مجھے اس پر کسی قسم کا فخر نہیں۔ میری تحریروں میں اغلاط نکالنے کی ہمارے علماء اہلِ حدیثوں نے برسوں سعی کی۔ مگر بحمداللہ ایک بھی قابلِ گرفت غلطی میسّر نہ ہوئی۔ اس امر کا مولانا عبدالسلام بستوی نے مولوی برکت اللہ پنجابی کے سامنے بمبئی میں اعتراف کیا ہے۔ یہ تو ہمارے ہم مشرب اہلِ علم ہیں۔ ہمارے مخالفینِ احناف کے ایک جیّد عالم قصبہ لاجپور کے باشندہ حنفی دیوبندی ایک اپنے تحریر مؤرخہ ۲۳ رجنوری ۵۷ء میں لکھتے ہیں "رمیِ جمار کے متعلق جناب محترم نے بہت قلیل وقت میں دس کتابوں کے اقوال تحریر فرما دئے، اس سے جناب کی وسعتِ نظری اور مذاہبِ غیر پر کافی معلومات پر روشنی پڑتی ہے"۔ رَبِّ زِدْ اِیْمَانًا وَّ یَقِیْنًا وَّ فِقْهًا۔

حضرات! مجھے ان تحریروں پر فخر نہیں کہ "من آنم کہ من می دانم"۔ صرف "اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" کی بنا پر بمجبوری خبرِ قلم میں لایا گیا ہے۔ یہ سب کچھ ہمارے شیخ حضرت الفاضل المحدّث الناقد الفاضل ابو محمد عبدالوہاب الملتانی نوّر اللہ مرقدہٗ وجعل بحبوحۃ الجنان مضجعہٗ کے خلوص و دعاء اور تربیت کا ثمرہ ہے۔ ذٰلِكَ

[1] اب ان کا انتقال ہوچکا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ۱۲ مصحّح غفرلہٗ

فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ ہمارے مولانا آروی صاحب کا فرمانا کہ انھیں کوئی پہچانتا نہیں" کی بناء پر مجھے اتنا لکھنا پڑا۔ میرے اساتذہ میں حضرت الفاضل العلامہ المحدث السید بدرالدین الدمشقی رحمۃ اللہ نے ۲۰ ربیع الثانی ۵۲ھ میں اس احقر کی سندِ اجازت میں بایں اسلوب تحریر فرمایا ہے "مِنْهُمْ مَوْلَانَا الْفَاضِلُ الْمُدَقِّقُ الشَّيْخُ الْمُحَقِّقُ الْعَلَّامَةُ اَبُوْعَبْدِ الْكَبِيْرِ الشَّهِيْرِ بِعَبْدِ الْجَلِيْلِ السَّامَرُوْدِيُّ اَدَامَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَفْعَهٗ۔ اٰمِيْن۔ یہ سند دارالحدیث دمشق سے تحریر ہوئی ہے جو ملک شام کا مشہور مرکزی شہر ہے۔

حضرات! مجھ میں کوئی ذاتی کمال نہیں ہے، صرف اساتذہ کرام کی ادعیہ کا ثمرہ ہے۔ خداوند ہمارے اساتذہ کو جنّت الفردوس میں جگہ بخشے۔ آمین۔

آج ہمارے اَبنائے زمان محض مولانا امرتسری کی بناء پر ہی نجاست مجھ پر اُڑا رہے ہیں۔ آپ صاحبوں نے ترجمان اور اخبار اہلِ حدیث میں ملاحظہ کیا ہوگا۔ مجھے اس کا صدمہ نہیں۔ مجھے اگر صدمہ ہے تو اس امر کا ہے کہ ہمارے علماء مدّعیانِ مذہبِ حق اہل الحدیث بلا تحقیق و تدبّر کے، بے تکے کلمات، زبان سے، قلم سے نکال دیتے ہیں۔ جن کا محاسبہ تو یوم الحساب ہی ہوگا۔ مگر افسوس اس امر کا رہا کہ ہمارے مذہبی جرائد نے میرے جوابات کو اپنے اخباروں میں درج تک نہیں کیا۔ حالانکہ اربابِ جرائد نے ہمارے اہلِ علم کے وہ مضامین شائع کئے کہ جن میں انھوں نے مجھ سے اغلاطِ ثنائی کے دیکھنے کی فرمائش کی تھی کہ وہ اغلاط شائع ہوتے تو اہلِ علم کو تأمل کا موقع ہاتھ آتا کہ اس احقر نے جریدہ اہلِ حدیث وغیرہ کو برابر مضمون روانہ کیا۔ مگر مدیر جریدۂ اہل حدیث نے بھی شائع نہ کیا۔ اور صرف ایکطرفہ مضمون شائع کر کے اشاعتِ مضامین کا سلسلہ بند کرنیکی اطلاع شائع کر دی۔ انصافاً فرمایئے کہ یہ کیا واقعی انصاف کا طریقہ ہے؟۔ اور میں نے صاف وضاحت سے لکھا تھا کہ اگر کوئی

اہلِ تحقیق دلائلِ ربّانی سے میری تحریر کا غلط ہونا ثابت کر دیں گے تو مجھے مضمون و تحریر کو واپس لینے میں ذرّہ برابر پس و پیش نہ ہوگا۔ ہمارے کرم فرما حضرات علمائے کرام نے مجھے میرے اغلاط پر بلا متنبّہ کئے کشیدگی ظاہر کر دی، جیسے ایک مقلّدِ امام کی عادتِ سیّئہ ہوا کرتی ہے۔ بس ہمارے امام کو بُرا کیوں کہدیا۔ امام غزالیؒ کو عینی وغیرہ نے محض اسی بناء پر ضعیف ٹھہرا دیا تھا کہ انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف لکھدیا تھا۔ علیٰ ہذا امام دارقطنی کو بھی ضعیف قرار دے دیا۔ محض امام ابوحنیفہؒ میں کلام کی بناء پر، بس اُنکے محبوب امام میں کلام کرنا ذَنْبٌ لَا يُغْفَرُ ہے۔ میں بُرا اسلئے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کی طرح مولانا امرتسری پر کلام کر دیا، اور وہ بھی اصلیّت سے اطلاع دی تھی کہ کُتُبِ رجال گویا منسوخ ہو چکی ہیں۔ کسی میں کلام کرنا، حقیقت کا آشکارا کرنا ذَنْبٌ عَنِ الشَّرِيْعَتْ کرنا جرم ہوگیا۔ امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق لکھا تھا "كَانَ مُرْجِئًا سَكَتُوْا عَنْ رَأْيِهٖ" کیا یہ بُرا کہا تھا۔ امام ممدوح نے اُن کے اعتقاد کی اطلاع دی، ذات پر تو حملہ نہیں کیا۔ مگر اُن کے معتقدین کو یہ سخت ناگوار گذرا۔ ہم نے مولانا امرتسری کے متعلق اتنا ہی تو لکھا تھا کہ وہ عقیدۃً اہلِ حدیث نہ تھے، فروعاً اہلِ حدیث تھے۔ اس میں کونسی بُرائی ہوئی جسپر ہمارے علماء اِس احقر پر برہم ہوگئے۔ داؤد راز نے بھی اپنے دِلی پھپھولے پھوڑنے میں کمی نہیں کی۔ حالانکہ یہ میرے شاگردِ رشید مولانا احمد مدنی کا شاگرد ہے جسکی اُس نے مقدمۂ قرآن ثنائی میں خود مدح سرائی کی ہے۔

حضرات! دیکھتی آنکھوں میں کوئی انگلی نہیں گھونپنے دے گا۔ طریقہ اہلِ حدیثوں کے خلاف قرآن کے ذریعہ زہر افشانی کی جاوے، اور ہم بے غیرت ہو کر خاموشی اختیار کرلیں، یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے، بیس بائیس تقریظ لکھنے والے علماء نے اندھی تقلید سے کیوں کام لیا؟ کیا اُن کا فرض نہ تھا کہ ایک

نظر ڈال کر صحیح اور غلط سے عوام اہلِ حدیث کے عقائد کی نگرانی کرتے۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ اس قسم کی گھڑکیوں سے حق مِٹ اور دَب نہیں سکتا۔ اگر میرے مضامین کو ہمارے اربابِ جرائد جگہ دیتے تو معاملہ کی صفائی بالوجہِ الاتم ہو جاتی۔ مجھے تو رنج اِس امر کا بھی ہے کہ ہمارے اربابِ جرائد میرے مضامین کی اشاعت سے علی العموم پہلو تہی اختیار کرتے ہیں۔ معذرت میں یہ پیش کیا جاتا ہے کہ تشدّد زیادہ برتا جاتا ہے۔ مجھے ہمارے ایڈیٹر "اہلحدیث" نے ایک تحریر میں نصیحت کی کہ آپ حنفیہ کے مقابلہ میں نرمی اختیار کریں اور منکرینِ حدیث کیطرف عنانِ قلم مُنعطِف فرمائیں۔ ہمارے اہلِ حدیث چاہتے ہیں کہ حنفیوں کا دل نہ دکھنے پائے، وہ چاہے ہماری کھال ہی اتار لیں۔ دیوبندی اور تمامی حنفی اہلِ حدیثوں کے ہمراہ کس قسم کا برتاؤ روا رکھتے ہیں، کیا ہمارے علماءِ اہلِ حدیث اس سے واقف نہیں؟

امام بخاریؒ وغیرہ علماء نے کیا واقعی اُن حنفیوں سے جیسا آپ صاحبوں کا خیال ہے مُداہنت سے ہی کام لیا ہے؟ بخاری شریف اور دیگر تصانیف ائمۂ اہلِ حدیث اٹھا کر حق کی داد دیں۔ منکرینِ حدیث تو نو حادث ہیں، اصل منکرینِ حدیث تو یہی حضراتِ مقلّدین ہی تھے اور ہیں۔ اور اگر غلط ہو تو مجھے بتائیں کہ یہ نہیں ہیں۔ اس بخاری کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔ ترمذی باب الاشعار کو جامع سے ہٹا دیں۔ رجال کی کتابوں کی ہولی جلا دیں۔ اعلام الموقعین وغیرہ کُتب کو دریا بُرد کر دیں۔

اہلِ حدیثو! قدرے غیرت کو نزدیک آنے دو، وہ تمہیں ٹھوکروں سے اڑائیں اور تم اُن کے گوز سونگھنے سے باز نہیں آتے۔ حق اور کھری کہنے والے مضمون کو تمہارے اخباروں میں جگہ نہ ملے، مُداہنت سے کام لینے

والوں کے مضامین کو جگہ نہ ہو تب بھی مِل جاوے۔ جائے شرم ہے۔ میرے مضمون متعدد دفترِ اہلِ حدیث میں پڑے ہیں، کیوں شائع نہیں کیے جاتے؟ کیا میں نے فحش کلامی سے کام لیا ہے یا غلط بیانی سے؟ حسین احمد مدنی کی من مانی مدح سرائی کی جاوے، اُس کے جنازے کی خبر دی جاوے، اسکے لئے اخبارات میں جگہ مِل سکتی ہے۔ اس احقر نے ایک مضمون حسین احمد مدنی کے جنازہ پڑھنے پر لکھا تھا، مدّعی سُست گواہ چست۔ وہ بھی اس وقت لکھا کہ ہمارے نام نہاد اہلِ حدیثوں نے اسکی ہمدردی کیلئے جنازۂ غائبانہ پڑھا۔ اور جرائدِ اہلِ حدیث میں خبریں شائع کیں۔ میں نے لکھا تھا کہ حسین احمد مدنی جنازۂ غائبانہ کا حیات میں قائل نہ تھا۔ جنازہ میں سورہ فاتحہ کا قائل نہ تھا۔ اہلِ حدیثوں نے اسکی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ اسکی مرضی کے خلاف نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھی۔ وہ بھی اُس کے خلاف اُس کی نامرضی چیز سے اسکی مدارات کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ تو آپ کی نماز سے راضی نہیں، پھر یہ زحمت اہلِ حدیثوں نے کیوں کی؟ صرف خوشامد یا مُداہنت فی الدّین کے اور کیا کہا جاوے؟ سفیان ثوریؒ خود اُس کے امام اعظم کے انتقال کی خبر پر اَلحمدُ للّٰہ کہیں، یہ کیوں؟ یہ ابوحنیفہؒ سے بھی اعلیٰ تھا؟ اس نے اہلِ حدیثوں کی شان میں کیا کچھ نہیں زہر اُگلا ہے۔ اُس کی "شہابِ ثاقب" اٹھا کر دیکھو اور غیرتِ دینی کو نزدیک آنے دو۔ تمہاری اس مُداہنت فی الدّین سے مذہبِ اہلِ حدیث کو تنزّلی حاصل ہو رہی ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ اور پھر روتے ہیں کہ اہلِ حدیث تنزّلی کا مُنہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ لوگوں کو میرا یہ لکھنا بُرا تو ضرور معلوم ہوگا۔ مگر بھائیو! میں مجبور ہوں، مظلوم ہوں، میرے ہاتھ میں اَخبار نہیں، اور ہمارے بھائیوں کے ہاتھ میں اگر اخبار ہیں تو وہ مقلّدین سے مرعوب ہو کر اُنمیں گھسنا پسند کرتے ہیں۔ وہ چاہے تو

دھکّے مار کر نکال دیتے ہوں۔ یہ گروہ کبھی بھی آپ کو اچھا نہیں سمجھ سکتا، بھلا معاندینِ حق سے بھی کبھی مصالحت، اسلام میں ہوئی ہے۔ ۵۲ء میں قاضی بل کا ظلمی بل کی مخالفت کا بیڑا میں نے اٹھایا۔ خدا خدا کر کے کانفرنس نے ساتھ دیا ہے۔ اتفاقاً میرا دہلی ورود ہوا، اسطرف حکومتِ ہند نے رائے عامّہ کی بنا پر قاضی بل کو جرائد میں پیش کیا تھا۔ ہمارے اہلِ حدیثوں نے اس بل پر رضامندی کے جلسے بھی کر ڈالے۔ میری ایمانی غیرت نے قبول نہیں کیا۔ کانفرنس کے صدر کشنگنج میں مقیم تھے۔ بے خطر میں نے اراکینِ کانفرنس کو جمع کروا کر میٹنگ کرائی۔ تمام اراکین مخالفت پر متفق ہو گئے۔ مولانا آروی نے فرمایا "ان کے مسائل کو کون پیش کریگا"۔ میں نے کہا "اس بدنامی کو سامرودی اپنے سر لے گا"۔ پھر کیا تھا صدر صاحب کا صدر کھُل گیا۔ اخبار اہلِ حدیث میں مخالفت کے جلسوں کا تانتا بندھ گیا۔ میں نے گندے مسائل حنفیہ کے لکھے، اور اُن کا انگریزی ترجمہ کروایا۔ اور کئی کاپی ٹائپ کروا کر حکومتِ ہند کو جناب نہرو کے نام اور بڑے بڑے حکومت کے کارپردازوں کو بصیغۂ رجسٹری روانہ کی۔ جس کے نتیجہ میں ایک عالم کانفرنس سے لینے کا منظور ہوا۔ قاضی بل کی تردید میں ایک بڑا پوسٹر میں نے شائع کرایا، اور مسٹر کاظمی کو پہنچایا۔ یہ سب کام میں نے بجالائے۔ مولانا آروی اپنے اخبار میں فرماتے ہیں "میں نے کئے" جو صریح جھوٹ ہے، یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے۔ آروی صاحب "یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا" کے دلدادہ ہیں۔ مگر مولانا آروی صاحب صدرِ کانفرنس نے اخباروں میں مخالفت کی آواز اٹھائی۔ مگر بعد عصر وہی دفترِ جمعیۃ میں جا کر شیر و شکر بنتے رہے۔

میرے محترم اہلحدیثو! اس مداہنت کرنیوالے اہلِ علم سے کہو کہ خدارا تم تو اس قسم کی حرکت نہ کرو، عوام طبقہ میں اس کا بُرا اثر ہوتا ہے۔ اہل حدیث

واہلِ تحقیق اور مقلّدین میں مصالحت نہیں ہو سکتی۔ حالی نے سچ کہا ہے۔ ع

سدا اہلِ تحقیق سے دل میں بل ہے

حضرات! رسّی جلے گی مگر بل نہیں جائے گا۔ میرے مضامین کے شائقین اخباروں کے خریدار بنتے ہیں۔ جب مضامین نظر سے نہیں گذرتے تو میری طرف شکایتیں آتی ہیں کہ ہم نے تو آپ کے مضامین کی خاطر خریداری اختیار کی۔ آپ کے مضامین تو آپ دیتے نہیں۔

حضرات! اس میں میرا قصور نہیں، ہمارے اخبار والے ایڈیٹروں کا قصور ہے۔ وہ میرے مضامین سے کتراتے ہیں۔ اگر شائع کرتے ہیں تو اُن سے حنفی بھائی ناراض ہو جاتے ہیں۔ آج ہمیں اُن مضامین کیلئے علیحدہ ٹریکٹ شائع کرنیکی ضرورت ہی نہ واقع ہوتی، فیصلہ کب سے ہو جاتا۔ مگر جب ہمارے اخباروں نے میرے مضامین نہیں شائع کئے اور عوام اہلِ حدیثوں کی تا ہنوز تشنگی نہ بجھی، جُداگانہ طبع پر کمربستگی کی گئی تاکہ پبلک کو حقیقتِ حال سے آگاہی تو ہو جاوے۔ میرے خلاف مضمون شائع کئے جاویں اور میرے مضامین نہ شائع کئے جاویں۔ کیا یہ صریح ظلم نہیں؟ خدارا انصاف کریں، مجھ پر ملامت نہ کی جاوے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْق۔

مؤرخہ ۸ ستمبر ۵۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اَمَّا بَعْدُ :

برادرانِ اہلِ حدیث (کَثَّرَ اللّٰہُ سَوَادَھُمْ وَدَمَّرَ اَعْدَائَھُمْ) اللہ عزّ وجلّ نے اس امتِ محمدیہ کو "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ" کا شرف بخشا ہے۔ اس جھنڈے کے اٹھانیوالی اور علم برداری کا تمغہ حاصل کرنیوالی اس امتِ محمدیہ میں صحیح معنیٰ میں اگر ہے تو وہ یہی ایک جماعتِ حقہ اہل الحدیث ہی ہے۔ اسی جماعتِ حقہ نے بدنامی، مصائب وتکالیف برداشت کیں، اور سنت کی اشاعت اپنے سر لی۔ بقول ملّا علی قاری حنفی "ھٰذَا مِیْرَاثٌ لِّاَھْلِ الْحَدِیْثِ وَالسُّنَّۃِ مِنْ بَیْنِھِمْ یَتَلَقَّبُ اَھْلُ الْبَاطِلِ لَھُمْ بِالْاَلْقَابِ الْمَذْمُوْمَۃِ" یعنی اہلحدیثوں ہی کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ملا ہے کہ اہلِ باطل انھیں بُرے بُرے لقبوں سے معنون کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، کتاب اللباس، فصل ثانی، حدیثِ رکانہ، پگڑی اور ٹوپیوں کے بیان میں)۔

حضرت رئیس الاولیاء قطب الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدّس اللہ سرّہٗ اپنی غنیۃ الطالبین طبع مصر ص۹۰ میں فرماتے ہیں "اِعْلَمْ اَنَّ لِاَھْلِ الْبِدَعِ عَلَامَاتٌ یُعْرَفُوْنَ بِھَا فَعَلَامَۃُ اَھْلِ الْبِدْعَۃِ الْوَقِیْعَۃُ فِیْ اَھْلِ الْاَثَرِ" یاد رکھو کہ بدعتیوں کی کئی ایک نشانیاں ہیں، منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ اہلحدیث کی شان میں بے تکا بکنا۔ آگے فرماتے ہیں "وَکُلُّ ذٰلِکَ غِیَاظٌ لِّاَھْلِ الْبِدَعِ کَمَا لَمْ یَنْطَبِقْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْمِیَۃُ کُفَّارِ مَکَّۃَ اِلٰی بَرِیْئًا مِنَ الْعَاھَاتِ کُلِّھَا" خراب خراب القاب

محض اہلِ سنت سے عداوت ہی کی بنا پر دیا کرتے ہیں۔ اُن کا تو صرف ایک نام یعنی اہلِ حدیث ہی ہے۔ دوسرے لقب انھیں چسپاں نہیں ہوسکتے۔ جسطرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ کے کافروں نے لقب دیتے ہوئے ساحر، کاہن، مجنون وغیرہ کہا تھا اور وہ آپؐ پر چسپاں نہیں ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں سے مبرّا تھے۔

امام احمدؒ نے بھی کتاب السُّنّہ میں اور صابونی نے اپنے عقیدہ صابونیہ میں اسکو بیان کیا ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ کے کتاب اللباس میں لکھا ہے "ھٰذَا مِیْرَاثٌ لِّاَھْلِ الْحَدِیْثِ وَالسُّنَّۃِ مِنْ بَیْنِھِمْ یَتَلَقَّبُ اَھْلُ الْبَاطِلِ لَھُمْ بِالْاَلْقَابِ الْمَذْمُوْمَۃِ" یہ بات اہلِ حدیثوں کے ورثہ میں آئی ہے کہ جھوٹے لوگ انھیں بُرے بُرے القاب دیں گے۔ اسی طرح شرح شمائل ترمذی میں لکھا ہے۔

حضرات علمائے اہلِ حدیث (کَثَّرَ اللّٰہُ سَوَادَھُمْ) کی تعدیل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے یَحْمِلُ ھٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُہٗ متعدد صحابہؓ سے مرفوعاً وارد ہے۔ مشکوٰۃ اور الرّوض الباسم میں بسط سے بیان کیا ہے۔ اسی حدیث میں علمائے اہلِ حدیث کے اوصاف میں یہ بھی وارد ہے کہ "یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ" حدودِ اسلامی سے تجاوز کرنیوالوں کی تحریف مٹانیکی سعی کرتے ہیں۔

حضرات! دنیا میں محدّثین ہی کی ایک جماعت بلا لَوْمَۃَ لَائِمٍ ناموسِ نبوی سے مدافعت کرنیوالی ہے۔ گو ذَبٌّ عَنِ الشَّرِیْعَۃِ تمام ہی بندگانِ خدا کا ایک فریضہ ہے۔ مگر اس لوار کے حاملین اس صفحۂ ہستی پر جماعتِ حقہ اہلِ حدیث ہی برا اقرارِ موافق ومخالف ہے۔ یہ جماعت اسے اپنا اوّلین فرض تصوّر کرتی ہے

اِس ذب کو ذاتی عداوت و بغض و حسد پر محمول کرنا کم مائیگی کا ہی ثمرہ تصوّر کرنا چاہیئے۔ کیا امام بخاریؒ جیسی ہستی نے اپنی صحیح میں امام ابوحنیفہؒ جیسی معزز ہستی پر نکتہ چینی کر دی اور بعض النّاس یاد کیا، فرمائیے کہ یہ بھی کیا واقعی ذاتی اشیاء کا ثمرہ تھا۔ کیا اسی پر محمول کیا جاتا ہے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دروازے ہی مسدود، اور محدّثینؒ کے کارناموں پر پانی پھیر دیا جاتا۔ ذاتی اشیاء پر محمول کرنا بجز کوتاہ فہمی کے ثمرہ کے کچھ نہیں۔ مان لیجئے تھوڑی دیر کیلئے کہ سامرودی کو مولانا ثناء اللہ سے بغض و عناد و عداوت و دشمنی ہے جس کی بنا پر اُن کی تفسیر کے اغلاط پبلک میں شائع کئے۔ اور حیزِ قلم کی زد میں لے آئے۔ انصاف اور ایمانداری سے خدا لگتی فرمائیے کہ ہمارے اکابرینِ اہلِ حدیث، اہل ہند، عرب، حجاز و نجد و والیِ نجد جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کو کیا عداوت تھی، کیا انھیں کچھ لینا تھا؟۔ دنیا تسلیم کرتی ہے کہ عداوت اور دشمنی خود غرضی کا ثمرہ ہے۔ علمائے نجد و حجاز و والیِ نجد کو مولوی ثناء اللہ سے کیا لینا تھا؟ علمائے ہند کو فی الحال ایک طرف رکھیں اور خدا لگتی فرمائیں۔ اللہ پاک فرماتا ہے "اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى"۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے علماء میں مرضِ تقلیدی نے جاگزینی اختیار کر لی ہے۔ اور گھس گیا ہے۔ حقیقت شناسی و تحقیقی امور سے بُزدل ہو گئے۔ وہی "حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ" نظروں کے سامنے گشت لگاتی پھرتی نظر آجایا کرتی ہے۔

حضرات! بُت پرستی نے بھی تو اسی بنا پر جنم لیا تھا۔ ہم نے مانا کہ ایک ہستی فی الواقع ایک عظیم الشان رتبہ رکھتی ہے کہ آخر حق بھی تو کوئی چیز ہے یا نہیں، بلکہ "اَلْحَقُّ اَكْبَرُ مِنْ كُلِّ كَبِيْرٍ" بھی تو کچھ ہے یا نہیں؟ شریعتِ مطہرہ

سے مدافعت خاصّہ علمائے ربّانیّین محدّثین ہے۔ بالاتفاق تقلید وظیفۃ الجُہلاء ہے۔ اِس احقر نے "اغلاطِ ثنائی" سب سے پہلے صحیفۂ اہلِ حدیث میں پیش کی تھیں۔ جس پر ہمارے علمائے اہلِ حدیث خوب ہی برہم ہوئے تھے۔ اِس احقر نے مولانا امرتسری کو ابومسلم معتزلی کے خوشہ چین میں سے یاد کیا تھا جس پر ہمارے مولانا فیض منوی نے زمانہ مُدرّسی میں ضلع بیربھوم میں جھنجھلا کر ایک مضمون لکھا تھا۔ جس کا جواب اسی زمانہ میں لکھا گیا تھا۔ مگر اربابِ جرائد نے طبع ہی نہیں کیا۔ اُسے بھی ایک نظر ملاحظہ فرمالیں بعد بسملہ جسکی سرخی یہ تھی۔

تردیدِ عقیدۂ ثنائی دربارہ نسخ

بجوابِ مولانا فیض الرحمٰن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلّٰهِ دَرُّ مَنْ قَالَ

مُشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطّار بگوید

محبّانِ طریقۂ سُنّیہ و سُننِ نبویّہ اہلِ حدیث (کَثَّرَ اللّٰهُ سَوَادَهُمْ) مطمئن رہیں کہ مجھ ناچیز کو حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ سے کسی قسم کا عناد نہیں اور نا ہی عصبیّت نے اثر ڈالا ہے۔ ہمارے مولانا فیض الرحمن صاحب فیض منوی مدرس مدرسہ بیربھوم مجھ ناچیز پر ناحق خفا و کشیدہ ہیں۔ میری تحریر سے بُرا اثر لیا جو آپ کی شان سے بعید تھا۔ قرآن مجید میں نسخ کا وقوع ثابت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سلف میں نسخ کئی معنوں پر مشتمل ضرور تھا مگر

"کَانَ یُطْلَقُ فِی زَمَانِ الصَّحَابَۃِ عَلَی التَّوْضِیْحِ وَالتَّفْصِیْلِ" سے حصر ثابت نہیں جنھوں نے ابن قیم کے مضمون سے اصل نسخ کی نفی پر استدلال کیا ہے۔ انھوں نے بفحوائے "کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِھَا الْبَاطِلُ" اپنے غلط خیال کی تائید کی سعی کی ہے۔ ہمارے مولانا فیض الرحمٰن صاحب فیض کا فیض اس قسم کا ہے کہ اب خود بھی اس الجھن سے صاف نکل نہ سکے۔ ہمیں حضرت مولانا کے کمال سے انکار نہیں۔ آپ مناظر وغیرہ سب ہی تھے۔ فاتحِ قادیان وآریہ سماج بھی ضرور تھے۔ اسلام میں بڑے بڑے کام نمایاں کئے جس کا اجر خداوند ہی انھیں دیگا۔ مگر میرے محب ہم لوگ کچھ ایسے گستاخ واقع ہوئے ہیں کہ پوری جماعت کے افراد نے ائمہ اربعہ ودیگر اکابرینِ ملّت کی تقلید سے کھلّم کھلا نفی میں جواب دیکر اپنے ائمہ غیر مقلّدیت کا ٹائیٹل مول ناحق لے لیا۔ یہ جماعت حقّہ کسی بڑی سے بڑی ہستی سے مرعوب نہیں ہوئی۔ اگر مرعوب ہوتی تو امام ابوحنیفہؒ کی شان میں سیّئُ الحفظ، ضعیف وغیرہ کے الفاظ استعمال نہ کرتی۔ اس صفحۂ ہستی پر جس قدر تقلیدی اثرات نظر آرہے ہیں، وہ محض کسی ہستی کی جاہ وجلالت وعظمت ہی سے مرعوب ہوتے ہوئے پیدا ہوئے ہیں۔ مذاہب کی بنیاد بھی اسی پر قائم ہوئی ہے۔ اس جماعت کا شیوہ تھا "اَلذَّبُّ عَنِ الشَّرِیْعَۃِ" ہمارے امام الائمہ بخاریؒ نے نہ ہی مالکؒ کو چھوڑا اور نہ ہی امام ابوحنیفہؒ کو اور نہ ہی شافعیؒ کو۔ سب ہی کی مخالفت کھلّم کھلا کی۔ انکی صحیح کو اٹھا کر دیکھ سکتے ہیں۔ ان ہستیوں سے غالباً مولانا ممدوح امرتسری کی ہستی بلند وارفع نہیں تھی۔ مولانا فیض صاحب خفا نہ ہوں۔ اور نہ ہی کسی جماعتی افراد کو خفگی کی ضرورت۔ جو بھی خلاف کرے گا اُنکا تو ذکر سطحِ قرطاس پر آنا ضروری ہے اسلئے کہ علم امانت ہے علیٰ رِقابِ العُلَمَاء۔ کسی بڑی سے بڑی ہستی سے

مرعوب ہوکر ناحق کو بھی حق تسلیم کرلینا اس جماعتِ حقّہ کا کام نہیں۔ اس ناچیز کے متعلق مولانا امرتسریؒ کا بالکل آخری مکتوب اوائل انقلاب میں موجود ہے آپ نے لکھا ہے آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"مجھے آپ کے علم پر اعتماد ہے۔ آپ اور مولانا عبدالعزیز میمن پروفیسر علی گڈھ کالج تشریف لاکر مولانا روپڑی کا فیصلہ کرجائیں، خدا کرے راستہ مامون ہوجاوے"۔

مولانا! مجھے آپ کی گھڑکی مرعوب نہیں کرسکتی۔ میں حق کا حامی ہوں، میں اپنے استاذ تک کو حق کے سامنے کچھ نہیں تصوّر کرتا۔ مجھے مرعوب دلائلِ حقّہ برابر کرسکتے ہیں۔ ہمارے محب مولانا فیض صاحب! آپکو میرا مولانا مرحوم کو ابومسلم معتزلی کے خوشہ چین بتانے میں صدمہ ہوا۔ مگر مولانا! میں مجبور ہوں، مولانا مرحوم کا طریق مجھے اس کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ میں چند مقامات کا نمونہ مشتے از خروارے پیش کرتا ہوں، پھر آپ بھی اپنی رائے کا اظہار فرماویں۔

نمبر ۱:- آیت "عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ" ص۳۳ سورہ بقرہ ع ر۲۳ پ۲ کی تفسیر میں مولانا ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں "اَیْ تَنْقُصُوْنَ حُظُوْظَ اَنْفُسِکُمْ بِالْمُجَانَبَۃِ عَنِ النِّسَاءِ"۔ یعنی رمضان شریف کی راتوں میں عورتوں کے حظوظ سے کنارہ رہنا اور پرہیز کرنا"۔ یہی خیانت تھی، ملاحظہ ہو آپ کی عربی تفسیر۔ اب قدرے تفسیر نیشاپوری ص۲۰۵ ج۲ کو ملاحظہ کیجئے "قَالَ اَبُوْمُسْلِمٍ اَصْلُ الْخِیَانَۃِ النَّقْصُ وَالْمَعْنٰی عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ تَنْقُصُوْنَ اَنْفُسَکُمْ حَظَّھَا مِنَ اللَّذَّاتِ لَا فِی الثَّوَابِ"۔ یہ تو ابومسلم معتزلی کی تفسیر ہے۔ بخاری شریف کو بھی دیکھئے صفحہ ۱۶۶ رجلد ۸ کتاب التفسیر باب "اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ"۔ حضرت براء بن عازبؓ

سے وارد ہے " لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوْا لَا يَقْرَبُوْنَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُوْنُوْنَ اَنْفُسَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ الْاٰيَةَ " یہ ہے اصل خیانت، نہ کہ وہ جو ابو مسلم معتزلی نے کہا اور ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحبؒ نے اختیار کیا۔ نیز تفسیر نیشاپوری ص۲۰۶ ج۲ میں ہے جُمْهُوْرُ الْمُفَسِّرِيْنَ عَلٰى اَنَّهَا (اٰيَةُ اُحِلَّ لَكُمْ) نَاسِخَةٌ لِّمَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ، ثُمَّ ذَكَرَ حَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَفِيْهِ فَاخْتَانَ رَجُلٌ فَجَامَعَ امْرَأَتَهُ وَقَدْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَلَمْ يُفْطِرْ، وَذَكَرَ اَيْضًا حَدِيْثَ الْبَرَاءِ وَفِيْهِ ذِكْرُ صِرْمَةَ بْنِ قَيْسٍ، وَقَالَ اَبُوْ مُسْلِمٍ خَالَفَ الْجُمْهُوْرَ بِنَاءً عَلٰى مَذْهَبِهٖ مِنْ اَنَّهٗ لَمْ يَقَعْ فِي الْقُرْاٰنِ نَسْخٌ " ابو مسلم اصبہانی نے جو کچھ کہا وہ اپنے مذہب کی بنا پر کہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ "قرآن میں نسخ واقع نہیں ہوا قطعاً"۔ پس اسی بنا پر "تَنْقُصُوْنَ اَنْفُسَكُمْ حَظَّهَا" کہدیا۔ ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحبؒ اپنی عربی تفسیر میں لکھتے ہیں "اُحِلَّ لَكُمْ اَيْ اُبِيْحَ لَكُمْ اِبْتِدَاءً لَا بَعْدَ مَنْعِ الرَّفَثِ اِلَى النِّسَاءِ"۔ مولانا! اب تو خدا لگتی کہیئے کہ نسخ کی نفی کی بنا یہ ہے یا کیا؟ اور وہی ابو مسلم اصبہانی کی روش ہے یا کچھ اور؟ برا نہ مانیئے۔ "سپر دم بتو مایۂ خویش را"۔

نمبر۲:- آیت " اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ " تفسیر نیشاپوری پ۱ ص۲۲ میں ہے " اَلْحَاصِلُ اَنَّ الْجُمْهُوْرَ اَرَادُوْا اَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى " اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ " نَاسِخٌ لِحُكْمِ الْاٰيَةِ الْمُقَدَّمَةِ، وَاَنْكَرَ ذٰلِكَ اَبُوْ مُسْلِمٍ الْاَصْبَهَانِيُّ مولانا اپنی عربی تفسیر میں لکھتے ہیں " اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا " الاٰية تَفْسِيْرٌ لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ الخ" ابو مسلم اصبہانی اپنے اصول کی پابندی کی بنا پر کہتا ہے۔ اس کے نزدیک تو قرآن میں نسخ کا وقوع ہے ہی نہیں۔

ہمارے مولانا آزاد نے اسی ابو مسلم کی روش پر ترجمہ کیا ہے۔ دیکھو ص۲۲۲ قرآن مطبوعہ بمبئی۔ لکھتے ہیں " اب سر دست خدا نے تمکو ہلکا سا حکم دیا ہے، کیونکہ یہ شرط تم میں مفقود ہے، اور تمہارا ضعف اُسے معلوم ہے"۔ قدرے صحیح بخاری اور تفسیر سورہ انفال کو ملاحظہ کیجئے " اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ " کس طرح ہے۔ اور عامۂ مفسرین صحابہؓ و تابعینؒ کے خلاف آواز اٹھائی ہے یا نہیں؟ انصاف سے فرمائیے۔

نمبر۳:- آیت " اِنْ تَرَكَ خَيْرَا نِ الْوَصِيَّةُ " پ۲ ر ع ۲۲ سورہ بقرہ ص۲ قرآن ثنائی میں مولانا ثناء اللہ مرحوم عربی تفسیر میں فرماتے ہیں " بَيَّنَ سُبْحَانَهٗ هٰذِهِ الْوَصِيَّةَ بِقَوْلِهٖ " يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ " الْاٰيَةَ "۔ تفسیر ثنائی اردو میں ہے " خاکسار کے نزدیک دونوں آیتوں میں سے کوئی ایک منسوخ نہیں، بلکہ آیت میراث اس آیت کی شرح ہے"۔ ملاحظہ ہو حاشیہ مولانا داؤد راز، ماخوذ از تفسیر ثنائی ص۳۲ پ۲ ر ع ۲۲۔

علامہ ابن کثیر ص۲۱۱ ج۱ میں فرماتے ہیں " وَقَدْ كَانَ ذٰلِكَ وَاجِبًا عَلٰى اَصَحِّ الْقَوْلَيْنِ قَبْلَ نُزُوْلِ اٰيَةِ الْمِيْرَاثِ، فَلَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الْفَرَائِضِ نَسَخَتْ هٰذِهٖ الخ " آگے فرماتے ہیں " وَالْعَجَبُ مِنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ ابْنِ عُمَرَ الرَّازِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَيْفَ حَكٰى فِيْ تَفْسِيْرِهِ الْكَبِيْرِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْاَصْبَهَانِيِّ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ غَيْرُ مَنْسُوْخَةٍ وَاِنَّمَا هِيَ مُفَسَّرَةٌ بِاٰيَةِ الْمَوَارِيْثِ الخ "۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی فتح الباری ص۱۸۴ میں حضرت ابن عباسؓ کے مقولہ " كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ "۔ کے تحت فرماتے ہیں " هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاَمْرَ قَدِ

اسْتَمَرَّ اِلٰی نُزُوْلِ اٰیَةِ الْمَوَارِیْثِ، وَفِیْهِ رَدٌّ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ النَّسْخَ وَلَمْ یُنْقَلْ ذٰلِکَ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ الْاَصْبَهَانِیِّ صَاحِبِ التَّفْسِیْرِ فَاِنَّهٗ اَنْکَرَ النَّسْخَ مُطْلَقًا"

علامہ ابن القیمؒ جواب اہل الایمان ص۱۲۷ میں فرماتے ہیں "وَالْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ مَنْسُوْخَةٌ بِاٰیَةِ الْمَوَارِیْثِ کَمَا اتَّفَقَ عَلٰی ذٰلِکَ السَّلَفُ" مولانا فیض صاحب! انصاف سے کہئے ابومسلم کی خوشہ چینی ہے یا سلف کی؟ برا ماننے کی کوئی بات نہیں۔

نمبر۴:- آیت "وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ" سورہ نساء پ۵ ع۲ کے تحت ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری اپنی عربی تفسیر میں لکھتے ہیں "اِنْعَقَدَتِ الْعُهُوْدُ بَیْنَکُمْ اَیِ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ" عہد و پیمان جن سے کیا گیا ہے وہ میاں بیوی ہیں۔ نیشاپوری ص۲۴۹ ج۵ میں لکھتے ہیں "اَلْمُرَادُ بِالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ "اَلزَّوْجُ وَالزَّوْجَةُ وَالنِّکَاحُ قَالَهٗ اَبُوْمُسْلِمٍ" امام رازی نے بھی یہ مقولہ ابومسلم ہی کا قرار دیا ہے۔ اب قدرے صحیح بخاری شریف، کتاب الفرائض، باب ذوی الارحام ص۹۹۹ ج۲ مطبوعہ ہند میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی آیت "وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ" کے تحت "کَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ حِیْنَ قَدِمُوا الْمَدِیْنَةَ یَرِثُ الْمُهَاجِرِیُّ الْاَنْصَارِیَّ دُوْنَ ذَوِیْ رَحِمِهٖ لِلْاُخُوَّةِ الَّتِیْ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَهُمْ فَلَمَّا نَزَلَتْ "جَعَلْنَا مَوَالِیَ" نَسَخَتْهَا وَالَّذِیْنَ عَاقَدَتْ اَیْمَانُکُمْ" کو ملاحظہ فرمائیں اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحبؒ کی تفسیر ثنائی کا مطالعہ فرمائیں، لکھتے ہیں کہ "خاکسار کے نزدیک دونوں آیتوں میں سے کوئی آیت منسوخ نہیں، بلکہ آیت میراث اس آیت کی شرح ہے"۔ آج کل تفسیر ثنائی والا قرآن بھی بمبئی میں طبع ہو چکا ہے۔ اس کے ص۱۳۲ ر

پ۲ ر ع۲۲ ر سورہ بقرہ میں دیکھ سکتے ہیں، پھر دادِ حق و انصاف دیں۔

نمبر۵:- آیت "خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا" اور آیت سورہ نساء "وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا" کے تحت مولانا امرتسریؒ اپنی عربی تفسیر میں لکھتے ہیں "اَیْ مِنْ جِنْسِهَا زَوْجَهَا حَوَّاءَ" یعنی بی بی حوّا آدم سے پیدا نہیں ہوئی تھیں، بلکہ وہ جنسِ آدم سے ہیں۔ جسطرح آدم پیدا کئے گئے تھے، اسی طرح بی بی حوّاء بھی۔ اب تفسیر نیشاپوری ص۱۷۷ میں ملاحظہ ہو "اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّفْسِ الْوَاحِدَةِ هٰهُنَا هُوَ اٰدَمُ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَقَالَ اَبُوْمُسْلِمٍ اَلْمُرَادُ "وَخَلَقَ مِنْهَا" مِنْ جِنْسِهَا" یہ من جنسہا کی تفسیر ابومسلم معتزلی کی ہے، اہل حق کی نہیں۔ زمانہ حال میں ثنائی ترجمہ کا قرآن شریف بمبئی میں طبع ہوا ہے جس کے ذمہ دار ہمارے مولانا راز ہیں۔ اٹھائیں اور صفحہ ۲۰۹، پ۹ ر ع۲۴ ر سورۂ اعراف، آیت ۱۸۹ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ "جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی کی جنس سے اسکی بیوی بنائی"۔ اسی طرح سورہ شوریٰ وغیرہ میں جنس ہی سے کیا ہے۔

مجھے کہنے دیجئے! مولوی داؤد صاحب کو معتزلہ کا ترجمہ، اہل حدیثوں میں پہونچانا نہیں چاہیئے تھا۔ خداوند کریم حسنِ ظن تقلیدی کا بیڑا غرق کرے۔ عوام بے چارے اس امر کو کیا سمجھیں۔ وہ تو سفید کو دودھی سے تعبیر کریں گے۔ میں اپنے محب مولانا فیض الرحمٰن صاحب فیض سے دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ ان مواضع میں حضرت مولانا امرتسریؒ نے ابومسلم کا دامن کیوں پکڑا؟ اور سلفِ امت کو کیوں خیرباد کہدیا؟ ہاں ہاں بلکہ محدثین مسلمؒ وغیرہ حافظ ابن حجرؒ، علامہ ابن کثیر جیسی ہستیاں بھی ابومسلم سے نالاں ہیں۔ اگر میں نے ظاہر کیا تو کون سا جرم کیا؟ آپ اہل حدیث

عالم ہیں، اب آپ ہی بحیثیت اہلِ علم ہونے کے خدا لگتی فرمایئے کہ ان مقام میں مولانا ثناء اللہ کا فرمان کس درجہ کا رہا۔ مولانا کی اولوالعزمی وعلوشان وغیرہ سے اس جگہ کلام نہیں، وہ اپنے محل پر ہے۔ ہمیں اُن کے علم وفضل سے انکار نہیں۔ مگر اُن سے مرعوب ہوکر یہ جو بھی ہمیں بتائیں گے، ہرگز اُسے بلا تحقیق صحیح تسلیم نہیں کریں گے۔ حق اُن سے بڑا ہے۔ حق کے سامنے ہر کس وناکس کی گردن قطعاً خم ہے، اور ہونی بھی چاہیئے۔ حق سے کسی کو بھی عداوت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی رکھنا چاہیئے۔ رہا یہ کہ آپ نے جو نسخ کے متعلق تحریر کیا ہے ہمیں اس سے انکار بھی نہیں۔ مگر مولانا! مثل ہے "مدعی سُست گواہ چست"۔ اسمیں شک نہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحبؒ کا پایۂ علمی ارفع ضرور ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم مرعوب ہوکر دُم دبا کر بیٹھ جاویں، اور جو کچھ بھی کہدیں ہر چیز قبول ہو۔ یہ تو مقلدین کا شیوہ ہے، اہلِ تحقیق کا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میری تحریر نے ہمارے بہت سے اہلِ علم حضرات کے دلوں پر نشتر کا کام دیا ہوگا۔ مگر جگر پر ہاتھ رکھکر نہایت سرد دلی سے سوچ کر قلم ہاتھ میں لیں۔

مولانا ثناء اللہ صاحبؒ ہم سے لاکھ درجے اچھے اور ہم سے بڑے ہیں جس کا ہم اعتراف برابر کررہے ہیں۔ مگر جو بات اُن کی غلط ہے وہ صحیح نہیں کہیں جاسکتی۔ اگر مجھ پر اسی بنا پر خفگی کا اظہار کیا جاوے تو میں خوشی سے ہر بھائی سے کہوں گا کہ برابر اظہار ایک دفعہ نہیں لاکھ دفعہ کیجئے۔ میری طرف سے معاف ہے۔ اس کا جواب میری طرف سے اُس تک نہیں پہونچیگا۔ البتہ اگر حق کا خون ہوگا تو "عبدالجلیل" کا جگر اُس کا متحمل ہرگز نہیں ہوگا۔ ہمارے محترم مولانا ابوالحسن صاحب بسملؔ کی تحریر بھی میری نظر سے گذری ہے،

آپ کی تحریر وطرز مولانا فیض صاحب سے دوسرے درجہ میں ہے۔ ان کا تحریر فرمانا کہ "مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو جس چیز کو منظرِ عام پر لانے کی بے چینی تھی وہ اس سے پوری نہ ہوئی تھی، اسلئے مضمون کا خاتمہ یوں کیا"۔ مولانا اِس احقر کو منظرِ عام پر لانے کیلئے کسی چیز نے بھی مجبور نہیں کیا تھا، صرف اظہارِ حق "اَلنُّصْحُ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ" ہی نے بلکہ ذَبٌّ عَنِ الْحَقِّ وَالدِّیْن کی بنا پر جو کچھ لکھا ہے لکھا۔ خداوند عالم الغیوب ہے۔ مولانا داؤد راز نے ترجمہ قرآن مع تفسیر ثنائی طبع کرایا۔ بہت سے مقامات میں طریقِ حق سے یکسوئی کی۔ یہ سب تقلیدی آفات وبلیات کے کرشمہ جات ہیں۔ بیس یا بائیس اہلِ علم حضرات نے حضرت مولانا کے علمی تبحر پر حُسنِ ظنّی کرتے ہوئے تقریظیں لکھ ڈالیں۔ مگر ایک نے بھی بنظرِ غائر اوّل سے آخر تک دیکھا نہ ہوگا، اِلّا مَاشَآءَ اللہ۔ ان تقریظات کے دیکھتے ہوئے پبلک جماعتِ اہلِ حدیث دھوکہ کھا جاوے گی۔ یہ قرآن مجید پبلک کیلئے مفید نہیں۔ البتہ مقلدین کیلئے مشعلِ ہدایت ہو تو بات علیحدہ ہے۔ مولانا رازؔ یا اُن کے دیگر احباب کو بُرا نہ لگنا چاہیئے۔ یہ ذَبٌّ عَنِ الشَّرِیْعَۃ وتحفظِ ناموسِ شریعت ہے۔ علی بن مدینی اپنے باپ کو بھی ضعیف کہا کرتے تھے۔ اگر باپ ہے تو اپنی جگہ پر اس کا انکار نہیں۔ مگر یہاں شریعت سے مقابلہ ہے، اس درجہ کی وہ خامیاں جو طریقۂ اہلِ حدیث سے خلاف ہیں، جداگانہ مطبوعہ ملاحظہ کیجئے گا۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَاَنَا الرَّاجِیْ رَحْمَۃَ رَبِّیْ اَبُوْعَبْدِ الْکَبِیْرِ مُحَمَّدٌ عَبْدُ الْجَلِیْلِ السَّامِرُوْدِیُّ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ مورخہ ۲۲ مارچ ۵۷ء۔

اِس جگہ چند فرامینِ علمائے اہلِ حدیث عرب وعجم وحجاز ونجد کو آپ حضرات کی نظروں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں جنھیں پڑھکر

اپنے نفس میں انصاف فرمائیں اور اچھی طرح سوچیں کہ یہ سامرودی ہی کے کارنامے ہیں یا اللہ والوں نے بھی حق گوئی سے کام لیا ہے، دل لگا کر اور خوب غور سے دیکھیں اور پڑھیں۔ اور حق کی داد دیں۔ لِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ: "دُرْ مَعَ الْحَقِّ حَیْثُمَا دَارَ"۔

حضرت مولانا عبدالاحد صاحبؒ خانپوری نے ایک کتاب التوحید لکھی ہے جسمیں چند علمائے اہلِ حدیث کہ جن میں مولانا امرتسری کے استاذ وغیرہ کے وہ زبانی بیانات درج ہیں جو حلفیہ طور پر انھوں نے حکومت کے سامنے فوجداری مقدمہ میں دئے تھے یہ فوجداری مقدمہ مابین مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری اور جناب مولانا حکیم ابوتراب عبدالحق صاحبؒ امرتسری، امرتسر میں واقع ہوا تھا۔ مولانا عبدالاحد صاحب خانپوری ایک زبردست علمائے اہلِ توحید کے مُعَمَّرین ہستی میں شمار ہیں، راولپنڈی کے مشہور مقام پٹیالہ میں مقیم اور وہیں اپنے رب سے وصال بھی فرمایا ہے۔ حضرت شیخ الکل فی الکل، مولانا سیّد نذیر حسینؒ محدّث دہلوی کے ارشد و اکابرین تلامذہ میں سے تھے۔ اُنکی ہستی معمولی ہستی نہ تھی۔ دَابَّۃُ الْاَرْض وغیرہ انھیں کی تالیف سے ہے۔ اُن کی کتاب التوحید کے صفحہ ۲۴۸ میں ملاحظہ ہو:۔

نمبر۱: بیان مولوی ابوعبید احمداللہ صاحب مرحوم رئیس امرتسر واستاذ و مُربّی مولوی ثناء اللہ امرتسری، انھوں نے حکومت کے سامنے کورٹ میں حلفیہ بیان دیا وہ یہ ہے:

"ملزم حکیم ابوتراب صاحب بھی میرے شاگرد ہیں، اور مستغیث مولوی ثناء اللہ بھی میرا شاگرد ہے۔ مستغیث کی تفسیر ثنائی میری دیکھی ہوئی ہے۔ مستغیث کی تفسیر مسلمانوں کے لئے مُضر ہے۔ ایسی تفسیر لکھنے والے کو ہم

اہلِ سنّت و اہلِ حدیث نہیں کہیں گے۔ مستغیث نے اپنی تفسیر میں اپنی رائے سے بھی معنیٰ کر دیا ہے جو بعض جگہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے معنوں سے اور بعض جگہ صحابہؓ کے معنوں سے مخالفت کرتے ہیں"۔

نمبر۲:۔ مولانا محمد حسین صاحب محدّث بٹالوی جو مشاہیر علمائے اہلِ حدیث و تلامذہ حضرت مولانا سیّد نذیر حسینؒ محدّث دہلوی سے ہیں اور مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری کے استاذ اور مربّی بھی ہیں، انھوں نے کورٹ میں حلفیہ حکومت کے سامنے بیان دیا، وہ یہ ہے:

"تفسیر قرآن شریف تصنیف کردہ مستغیث (ثناء اللہ) میں نے دیکھی ہے، مستغیث نے اپنی رائے سے تحریر کی ہے۔ کل جماعت مسلمانوں کے خیالات و عقائد کے خلاف لکھی ہے۔ مستغیث کو میں جماعت اہلسنّت بلکہ اہلِ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

نمبر۳:۔ مولانا محمد حسین ہزاروی مدرّس مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر مشاہیر علمائے اہلِ حدیث سے ہیں، انھوں نے کورٹ میں حلفیہ بیان دیا، وہ یہ ہے:

"مستغیث کی تفسیر القرآن میں نے دیکھی ہے۔ عامہ مسلمانوں کیلئے سخت مُضر ہے۔ ایسی تفسیر لکھنے والا اہلِ حدیث و سنّت سے خارج ہے"۔

نمبر۴:۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب غزنوی، حضرت مولانا عبداللہ غزنویؒ کے فرزند ہیں، مشہور علمائے اہلِ حدیث سے ہیں، مشکوٰۃ مترجم اور حمائل غزنوی کتابوں کے مصنف ہیں، اپنے مطبع میں طبع کی ہیں، حضرت مولانا سیّد نذیر حسین محدّث دہلوی کے شاگرد بھی ہیں، اُن کا حلفیہ بیان ہے:

"مستغیث (ثناء اللہ) کو جانتا ہوں، اُنکی تفسیر القرآن میں نے دیکھی ہے،

عامّہ مذہبِ اسلام کیلئے مُضر ہے، بہت مُضر ہے۔ ایسی تفسیر لکھنے والے کو اہلحدیث واہلسنّت سے خارج کہیں گے۔"

نمبر۵:۔ حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی جو مولینا ثناءاللہ صاحب امرتسری کے استاذ ہیں، حضرت مولانا سیّد نذیر حسینؒ محدّث دہلوی کے ارشدِ تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ نے مورخہ ۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ میں ایک اعلان میں واضح فرمایا کہ:۔

" مولوی ثناءاللہ کی تفسیر القرآن کو اکثر جگہ تفسیر بالرأی و مخالفِ تفسیرِ سلفِ صالحین یقیناً جانتا ہوں، اور اربعینِ غزنوی میں ان سے لکھا ہے کہ بیشک اہلِ حدیث کے مذہب کے مطابق یہ تفسیر نہیں۔ اہلِ حدیث کو اس پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔"

نمبر۶:۔ حضرت مولانا عبدالجبّار صاحب غزنوی جو کہ ایک مشہور ہستی امرتسر کی تھی، حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ غزنوی کے فرزند اور مولانا داؤد غزنوی کے والد ماجد اور مولانا سیّد نذیر حسینؒ محدّث دہلوی کے اکابرین تلامذہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں:۔

" ہماری سمجھ میں مولوی ثناءاللہ صاحب کی تفسیر عربی ترکِ اسلام میں بہت جگہ آیتِ قرآنیہ کی تفسیر سلفِ صالحین کے برخلاف اور تفاسیرِ معتزلہ وجہمیہ وغیرہ فرقِ ضالّہ کے مطابق ہے۔"

نمبر۷:۔ مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانیؒ کی ہستی سے کون ناآشنا ہوگا۔ آپ اکابرین تلامذۂ حضرت مولانا سیّد نذیر حسینؒ محدّث دہلوی سے ہیں۔ جنھیں حضرت نواب والاجاہ بھوپالی نے حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کے مقابل میں منتخب فرمایا تھا۔ آپ ہی نے اُن کے دندان شکن جوابات

اور نواب صاحب کی طرف حقیقی معنیٰ میں مدافعت کی تھی، متعدّد کتابیں لکھی ہیں، ایک تو وہی سورۂ فاتحہ کی تقریر لکھی ہے کہ مولانا احمداللہ صاحب پرتاب گڈھی نے جسے تحریر میں لاکر طبع کرایا تھا، وغیرہ۔ تفسیر ثنائی کے متعلق فرماتے ہیں:۔

" اِنِّیْ قَدْ نَظَرْتُ فِیْ تِلْکَ الْاٰیَاتِ وَتَفْسِیْرِھَا بِنَظْرِ الْاِمْعَانِ فَوَجَدْتُّھَا مُخَالِفَۃً لِّلْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ وَاٰثَارِ الصَّحَابَۃِ وَاَقْوَالِ الْمُحَدِّثِیْنَ وَالْمُجْتَھِدِیْنَ مِنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ "

یعنی میں نے اُن آیات اور تفسیر ثنائی میں گہری نظر سے دیکھا، پس اسکو احادیثِ صحیحہ وآثارِ صحابہؓ وائمہ محدّثینؒ اور مجتہدینؒ اہلسنت وجماعت کے خلاف پایا۔" (ملاحظہ ہو اربعینِ غزنوی)۔

نمبر۸:۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی جو ایک مشاہیر علمائے اہلِ حدیث سے ہیں، فرماتے ہیں:۔

" تفسیر ثنائی کے غلط ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں۔" (ملاحظہ ہو اربعینِ غزنوی)۔

نمبر۹:۔ حضرت علاّمہ محدّث یمنی استاذ نواب والاجاہ بھوپالی اور علمائے ہند حضرت قاضی حسین بن محسن انصاری قدّس سرّہٗ بھوپالی جن کا تقرر نواب صاحب کیطرف سے ہوا تھا، اُن کے تلمّذ حاصل کرنے پر علمائے اہلِ حدیث کو فخر تھا، فرماتے ہیں:۔

" قَدِ اطَّلَعْتُ عَلَی الْاَغْلَاطِ الْوَاقِعَۃِ فِیْ تَفْسِیْرِ الْمَوْلَوِیِّ "ثَنَاءُ اللّٰہ" فَاَلَفَیْتُھَا تَقْشَعِرُّ مِنْھَا الْجُلُوْدُ وَیَنْصَدِعُ لِمَا فِیْھَا الْجُلُوْدُ، قَدْ سَلَکَ فِیْھَا غَیْرَ مَا سَلَکَ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنَ الْمُفَسِّرِیْنَ

وَحَذَاحَذْوَ الْمُحَرِّفِيْنَ وَالْمُلْحِدِيْنَ، فَالْوَاجِبُ عَلٰى مَنْ لَّهٗ قُدْرَةٌ اِحْرَاقُ مِثْلِ هٰذِهِ الْخُرَافَاتِ، الخ "۔ یعنی میں نے مولوی ثناء اللہ کے تفسیری اغلاط دیکھے، رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور بدن پر لرزہ طاری ہوتا ہے، اس نے اپنی تفسیر میں محققین مفسرین کا خلاف لکھکر ملحدین کی روش کو اختیار کرنیکا ثبوت دیا ہے، اسلئے ہر شخص پر واجب ہے کہ جو ایسی خرافات کو جلانیکی توفیق پاوے اسکو نذرِ آتش کر دے۔ (ملاحظہ ہو اربعینِ غزنوی)۔

نمبر ۱۰:۔ حضرت مولانا ابوتراب عبدالوہاب صاحب ضریر البصر دہلوی حضرت شیخ الکل فی الکل مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدّث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں :۔

"بے شک تفسیر ثنائی تحریفات سے بھری ہوئی ہے، اور جو کچھ مولوی صاحب نے غلطیاں نکالی ہیں، بہت صحیح ہیں۔ جزاہُ اللہُ خیرًا "۔ (ملاحظہ ہو اربعینِ غزنوی)۔

نمبر ۱۱:۔ حضرت مولانا شمس الحق محدّث ڈیانوی شارح ابوداؤد کبار تلامذہ حضرت مولانا سیّد محمد نذیر حسین محدّث دہلوی ہیں، یوپی کے مشاہیر اہلِ علم سے ہیں، دنیا اُن سے واقف ہے۔ لکھتے ہیں کہ :۔

"آپ کے ارشاد گرامی "اربعینِ غزنوی" کو مِنْ اَوَّلِہٖ وَآخِرِہٖ دیکھا، اور اُنکی تفسیرِ ثنائی سے مقابلہ کیا، فی الواقع تفسیر مذکور کے اُن کل مقامات میں تاویلاتِ باطلہ اور تحریفات سے کام لیا گیا ہے"۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ محمد شمس الحق عفی عنہ، از ڈیانواں۔

نمبر ۱۲:۔ مولانا محمد سعید صاحب بنارسی جنکی ہستی سے کون اہلِ حدیث

ناآشنا ہوگا۔ انکی اولاد و امجاد میں قاری احمد سعید بنارسی اور قمر بنارسی اور مرحوم مولانا ابوالقاسم بنارسی استاذ مولانا فیض الرحمٰن اور مولانا عبدالآخر بنارسی موجود ہیں، فرماتے ہیں :۔

"تَفْسِيْرُهٗ لَيْسَ عَلٰى طَرِيْقَةِ السَّلَفِ بَلْ عَلٰى دَأْبِ الْمُعْتَزِلَةِ وَاِنَّ مُؤَلِّفَ التَّفْسِيْرِ لَيْسَتْ طَرِيْقَتُهٗ عَلٰى مِنْهَاجِ الْمُحَدِّثِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْفُوْنَ تَحْرِيْفَ الْمُبْطِلِيْنَ، بَلْ هُوَ مِنَ الزَّائِغِيْنَ، وَفَّقَ اللّٰهُ لَنَا وَلَهُ التَّوْبَةَ النَّصُوْحَةَ، مَنْ اَرَادَ التَّفْصِيْلَ فَعَلَيْهِ اَنْ يُّطَالِعَ الْاَرْبَعِيْنَ الَّذِيْ اَلَّفَهُ الْمَوْلَوِيُّ عَبْدُ الْحَقِّ فَاِنِّيْ قَدْ طَالَعْتُهٗ وَقَابَلْتُ عَلَى التَّفْسِيْرِ الثَّنَائِيِّ فَوَجَدْتُّ الْحَقَّ مَعَهٗ لَا مَعَ خَصْمِهٖ، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ، اَلرَّاقِمُ الْعَاجِزُ مُحَمَّدٌ سَعِيْدٌ بَنَارَسِيٌّ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ "۔

یعنی مولوی ثناء اللہ نے تقریظ کی خاطر میرے پاس اپنی تفسیر کا نسخہ بھیجا کہ اسمیں چند کلماتِ مدحیہ لکھدوں، تفسیر دیکھنے سے پہلے میں نے اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ کو خط لکھا جسمیں اس کا شکریہ ادا کیا، اور اسکی مدح کی۔ اور تفسیر پر تقریظ لکھنے کا ارادہ کیا۔ اچانک میری نظر سورۂ معارج میں آیت "خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ" پر پڑی۔ اسمیں لکھا تھا کہ پچاس ہزار سال سے پچاس ہزار سال مراد نہیں، بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ بہت لمبا دن ہوگا"۔ اس سے میں نے معلوم کر لیا کہ یہ تفسیر سلف کے طریقہ پر نہیں ہے۔ بلکہ معتزلہ کے طریق پر ہے۔ اور مصنف تفسیر محدثین کی روش پر نہیں، بلکہ گمراہوں میں سے ہے۔ خدا ہمیں اور اُسے توبۂ نصوح کی توفیق دے۔ جو تفصیل چاہے اربعینِ غزنوی میں دیکھے۔ جس کو مولانا عبدالحق غزنوی نے لکھا ہے۔

میں نے تو اس کا مطالعہ کیا ہے، اور تفسیر ثنائی سے اس کا مقابلہ بھی کیا ہے۔ میں نے حق اسکے ہمراہ پایا ہے۔ مولوی ثناء اللہ کے ہمراہ نہیں۔

نمبر ۱۳:۔ حضرت مولانا وحید الزماں مترجم صحاح ستہ و تفسیر وحیدی وغیرہ ایک زبردست مشہور ہستی اپنی کتاب "انوار اللغات" جسکو لغات وحیدی سے موسوم کیا جاتا ہے، حرف قاف لفظ قول کے تحت ص۱۷۰ پارہ ۲۱ کالم ۱ میں فرماتے ہیں:۔

"مترجم کہتا ہے کہ تفسیر احمدی سید احمد خان دہلوی (سرسید) کی، اور تفسیر القرآن بالقرآن مولوی ثناء اللہ امرتسری کی اسی قبیل (تحریف و تغییر) کی تفسیر ہے۔ جو احادیث نبویہ اور اقوال صحابہؓ اور تابعین اور سلف صالحین کے بالکل خلاف ہے۔ اسلئے ان دونوں تفسیروں کا مطالعہ ناجائز ہے۔ اور یہ دونوں قابل اعتبار نہیں ہیں، بلکہ خرق اور احراق کے لائق ہیں۔ لَیْتَهُمَا مَا صُنِّفَا، کاش یہ دونوں تفسیریں تصنیف نہ ہوتیں"۔

نمبر ۱۴:۔ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب دینانگری شاگرد رشید حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

"تفسیر عربی مولوی ثناء اللہ میری نظر سے گذری، اہل سنت و جماعت کے طریق سے خارج ہے۔ نہ اس تفسیر کا اعتبار کریں اور نہ اس کو خریدیں"۔

الراقم عبد العزیز دینانگری حال وارد امرتسر

ا اور بھی بے شمار علمائے اہل حدیث ہند کی تحریرات موجود ہیں مگر صرف اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب چند علمائے احناف کے اقوال بھی مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تفسیر کے متعلق سن لیں۔

نمبر ۱:۔ مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں "فی الحقیقت یہ تفسیر

مولوی ثناء اللہ کی، تفسیر قدماء اور تفسیر واردہ حدیث شریف کے خلاف ہے"۔ فقط۔ بندہ رشید احمد گنگوہی۔

نمبر ۲:۔ مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی لکھتے ہیں "بندہ نے اس کتاب "اربعین" کو تمامہ دیکھا، اور تفسیر مولوی ثناء اللہ میں بھی ان مواقع کو دیکھا، مطابق پایا۔ تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ مصنف اربعین نے جو مؤاخذات فرمائے ہیں وہ حق و صواب ہیں۔ ان میں سے اکثر مواقع میں تفسیر مولوی ثناء اللہ بالکل غلط اور مخالف ائمہ سلف و خلف و مناقض مذہب اہلسنت و جماعت و موافق رائے معتزلہ و خوارج و غیرہم من الفرق الباطلہ ہے۔ اہل اسلام کو اس تفسیر کا دیکھنا اور اسکی تحریفات باطلہ پر اعتقاد رکھنا ممنوع و حرام ہے"۔ کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔

نمبر ۳:۔ اس جواب کی تصحیح مولانا مرتضیٰ حسن دیوبندی نے کی۔ نیز اسکی تصحیح مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی استاذ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی کی "الجواب صحیح"۔ العبد محمود حسن عفی عنہ مدرس اوّل مدرسہ دیوبند۔

نمبر ۴:۔ مولانا عبد اللہ ٹونکی مشہور مفتی و محشی کتب درسیہ بالخصوص شرح نخبہ حافظ ابن حجر عسقلانی، فرماتے ہیں:۔

"رسالہ اربعین میں تفسیر ثنائی سے نقل کی ہوئی عبارتیں اصل تفسیر یا اسکے حواشی میں موجود ہیں۔ میری رائے میں مصنف اربعین کا یہ الزام کہ تفسیر ثنائی میں تفسیرات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ اور سلف صالحین اہل السنۃ والجماعۃ کے برخلاف وہ تفسیریں اختیار کی گئی ہیں جو اصحاب فلسفہ و اعتزال کے زیادہ موافق ہیں صحیح ہے"۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"پس میری رائے میں یہ تفسیر نہ تو اہل سنت والجماعت میں قابل

اعتبار ہونے کے لائق ہے اور نہ علی گڈھ کالج کے مذہبی تعلیمی کورس میں داخل ہونے کے قابل، وَاللہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ رقمہ، محمد عبداللہ عفی عنہ۔

یہ چند علمائے اہلِ حدیث واحناف کے فرامین آپ صاحبوں کے سامنے پیش کئے ہیں، مولانا فیض صاحب نے سامرودی کی تحریر کو اپنی ہفوات میں بغض وعداوت اور حسد پر محمول کیا۔ سامرودی سے بڑھ چڑھ کر ان علمائے اہلحدیث کے مضامین میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ فرمائیے! اُن اربابِ حق کو مولانا امرتسری سے کیا عداوت تھی؟ مولانا فیض صاحب کا سامرودی کی تحریر کو عداوتِ دیرینہ وغیرہ پر محمول کرنا اکابرین اہلِ حدیث کے عقائد سے بے علمی کا ثمرہ ہے۔ مولانا! ان علمائے اہلِ حدیث کے علاوہ بھی بے شمار اور بھی علمائے محققین ہیں جنھوں نے احقاقِ حق کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ثنائی تفسیر کا خاکہ بتایا ہے۔

حضرات! اگر علمائے ہند کو مطعون کیا جاوے، اور انکی معلومات میں کسی قسم کے خیال کو جگہ دی جاوے، تو آپ اب علمائے اہلِ حدیث عرب حجاز ونجد کی طرف نظر کو جولاں دیں، بالخصوص جلالۃ الملک بادشاہِ اہلِ نجد حضرت عبدالعزیز والیِ نجد کیا فرماتے ہیں، اور کیا تفسیر ثنائی کے متعلق مشورہ دیتے ہیں بغور پڑھیں، اور خوب ہی دل سے سوچیں "حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ" کے مرحلہ سے یکسوئی فرمائیں۔

نمبر ۱:۔ ریاض دارالحکومت مملکۃ السعودیہ نجد کے پایۂ تخت کے قاضی حضرت علامہ عبداللطیف آل الشیخ کا ارشاد گرامی:۔

"أَمَّا بَعْدُ: فَإِنِّي وَقَفْتُ عَلَى التَّفْسِيرِ الْمَنْسُوبِ إِلَى الْمَوْلَوِيِّ "ثَنَاءِ اللهِ" فَقَرَأْتُهُ وَنَظَرْتُ مَا فِيهِ مِنَ الْكَلَامِ عَلَى آيَاتِ الصِّفَاتِ كَلَامُ مُبْتَدِعٍ ضَالٍّ مُخَالِفٍ لِمَا عَلَيْهِ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

وَأَهْلُ الْحَدِيثِ، وَقَدْ جَمَعَ فِي تَفْسِيرِهِ هٰذَا بَيَانَ مَذْهَبِ الْحُلُولِيَّةِ وَالِاتِّحَادِيَّةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَالْمُعْتَزِلَةِ، وَنَقَلَ عَمَّنْ لَا يُرْتَضَى وَمَنْ لَيْسَ بِحُجَّةٍ، فَلَا يَجُوزُ الْأَخْذُ عَنْهُ وَالِاقْتِدَاءُ بِهِ، وَلَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُ وَلَا نَقْلُهُ، وَلَا تَصِحُّ إِمَامَتُهُ، فَإِنِّي أَقَمْتُ عَلَيْهِ الْحُجَّةَ وَأَصَرَّ عَلَى مَقَالَتِهِ فَلَا شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَرِدَّتِهِ فَيَجِبُ اجْتِنَابُهُ وَاعْتِزَالُهُ وَهِجْرُهُ وَاعْتِزَالُ مَنْ جَادَلَ عَنْهُ وَقَدْ خَاطَبْنَاهُ فِي مَجْلِسِ الْإِمَامِ عَبْدِ الْعَزِيزِ "آيَّهُ اللهُ" وَطَلَبْنَا مِنْهُ الرُّجُوعَ فَلَمْ يَقْبَلْ وَذَهَبَ وَهُوَ مُصِرٌّ عَلَى بِدْعَتِهِ وَضَلَالَتِهِ — إِلَى قَوْلِهِ — قَالَ ذٰلِكَ وَأَمْلَاهُ فَقِيرُ رَبِّهِ وَأَسِيرُ ذَنْبِهِ رَاجِي عَفْوِ مَوْلَاهُ وَبِرِّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّطِيفِ بْنُ حُسَيْنٍ شَيْخُ الْإِسْلَامِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ عُفِيَ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ"۔

بعد حمد وصلوٰۃ: مجھے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر پر آگاہی ہوئی، اُسے پڑھا اور اسمیں آیاتِ صفات بارئ جو کلام کیا ہے دیکھا، مبتدع اور گمراہ کی باتیں لکھی ہیں جو اہل السُّنّۃ والجماعۃ واہلِ حدیث کے مسلک کے خلاف ہے۔ اس نے اپنی تفسیر میں حلولیہ، اتحادیہ، جہمیہ اور معتزلہ کے مذہب کو اکٹھا کر رکھا ہے۔ ایسے ناپسندیدہ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ جسے لینا شرعًا روا نہیں، اور اسکی بات قابلِ حجت بھی نہیں۔ لہذا اس ثناء اللہ سے پڑھنا اور اسکی اقتدا کرنا بھی جائز نہیں، اور نہ ہی اس کی گواہی قابلِ قبول اور نہ ہی اسکی امامت درست۔ میں نے اس پر حجت قائم کر دی تھی، مگر یہ اپنے مقالہ پر اڑا رہا۔ لہذا اس کے کفر وارتداد میں کوئی شک نہیں۔ اس سے بچنا اور

اس سے علیٰحدہ رہنا اور اُسے چھوڑ دینا واجب ہے۔ اسی طرح اس آدمی کو بھی چھوڑ دینا اور علیٰحدہ رہنا لازم ہے جو اسکی طرف سے جھگڑا کرے اور مجادلہ کرے۔ اس سے ہم نے امام عبدالعزیز اَیَّدَاللہ کی مجلس میں موتمر کے زمانہ میں بات چیت کی اور اس سے رجوع کا مطالبہ کیا، مگر بات نہیں، اور اُٹھ کر چلا گیا۔ اپنی بدعت اور گمراہی پر اَڑا رہا۔ (دیکھو فیصلہ مکہ ص۱۷)۔ قاضی ریاض نے اپنی مہر بھی ثبت فرمائی ہے۔

نمبر۲:۔ حضرت الشیخ علامہ حسن بن یوسف الدِّمشقی مدرّس حرم شریف کا ارشاد گرامی: "فَاَقُوْلُ وَالْحَالُ اَنَّ هٰذَا التَّفْسِيْرَ مَنْسُوْبٌ اِلٰى ثَنَاءِ اللّٰهِ اَنَّهٗ رَجُلٌ سُوْءٌ وَعَبْدُ هَوًى وَاَسِيْرُ نَفْسٍ وَاِنْسَانُ بِدْعَةٍ" میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر مولوی ثناء اللہ کی طرف منسوب ہے جو بد آدمی ہے اور نفس کا مقیّد، بدعت کا پُتلا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:۔

"وَمَا ذَكَرَهُ الْاُسْتَاذُ عَبْدُ الْحَقِّ الْغَزْنَوِيُّ فِي الْاَرْبَعِيْنَ هُوَ الْحَقُّ الَّذِيْ عَلَيْهِ جُمْهُوْرُ الْعُلَمَاءِ وَسَلَفُ الْاُمَّةِ وَخَلَفُهَا وَمَا قَالَهٗ ثَنَاءُ اللّٰهِ مُخَالِفٌ لِتَفَاسِيْرِ الصَّحَابَةِ وَالْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ وَخَارِقٌ لِاِجْمَاعِ سَلَفِ الْاُمَّةِ وَالْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ الْاُوَلِ الْمَشْهُوْدِ لَهَا بِالْخَيْرِيَّةِ" كَتَبَهٗ خَادِمُ الْعِلْمِ وَالْعُلَمَاءِ حَسَنُ بْنُ يُوْسُفَ زَكَرِيَّا الدِّمَشْقِيُّ۔ یعنی میں نے استاذ عبدالحق غزنوی کے رسالہ اربعین کو اور اس رسالہ کی حضرات علمائے کرام کی تقریظوں کو جو حدّ تواتر کو پہنچ چکی ہیں باوجود مختلف البُلدان ہونے کے دیکھا، جسکی بنا پر میں کہتا ہوں کہ ثناءُ اللہ بُرا آدمی ہے، اور نفس پرست، بدعت کا پُتلا ہے۔ استاذ مولانا عبدالحق نے جو لکھا وہ حق ہے اور موافق ہے تمام علمائے سلف

اور خلف کے۔ اور جو ثناء اللہ نے کہا ہے وہ تفاسیرِ صحابہؓ اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے۔ اور اجماعِ سلفِ امّت اور قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیریّۃ کے خلاف ہے۔ لکھا اسکو خادم العلم والعلماء حسن بن یوسف زکریّا دمشقی نے۔

نمبر۳:۔ علامہ سلیمان بن محمد بن جمہور نجدی مشاہیر علمائے نجد سے ہیں، فرماتے ہیں:۔

"نَظَرْتُ فِيْ تَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ بِكَلَامِ الرَّحْمٰنِ تَصْنِيْفِ ثَنَاءِ اللّٰهِ الْمَوْلَوِيِّ فَرَاَيْتُهٗ مُخَالِفًا لِمَا عَلَيْهِ السَّلَفُ وَاَئِمَّةُ الْخَلَفِ فَالْمُفَسِّرُ لِلْاٰيَاتِ الَّتِيْ نَظَرْتُ فِي التَّفْسِيْرِ الْمَذْكُوْرِ ضَالٌّ مُضِلٌّ لَا رَيْبَ اَنَّهٗ جَهْمِيٌّ ـــ اِلٰى اَنْ قَالَ ـــ فَيَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ هَجْرُهٗ وَعَلٰى وُلَاةِ الْاُمُوْرِ هَجْرُهٗ، فَاِنْ لَّمْ يَتُبْ فَلَا يُسَلَّمُ عَلَيْهِ وَلَا يُجَالَسُ وَلَا يُصَلّٰى خَلْفَهٗ وَلَا يُقَامُ عَلٰى قَبْرِهٖ عِيَاذًا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ وَاَلِيْمِ عِقَابِهٖ" كَتَبَهُ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ جُمْهُوْرٍ۔

یعنی میں نے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن مولوی ثناء اللہ کی تصنیف کو دیکھا، وہ سلفِ صالحین اور ائمہ خلف کے خلاف پائی۔ اُن آیاتِ صفات کی تفسیر کرنیوالا جنھیں میں نے دیکھا ہے گمراہ ہے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنیوالا۔ اسمیں شک نہیں کہ وہ جہمی ہے"۔ پھر فرمایا: "مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس سے بائیکاٹ کریں۔ اور اسلامی حاکموں پر لازم ہے کہ ایسے آدمی کو تنبیہ کریں۔ اگر توبہ نہ کرے تو اُس پر نہ سلام کریں، اور نہ ہی ہمراہ بیٹھیں اور نہ ہی اسکی اقتدا کریں اور اس کا جنازہ بھی نہ پڑھا جائے"۔

نمبر۴:۔ علامہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل بشر، مشاہیر علمائے نجد

میں سے اور قاضی و شیخ نجد ہیں، فرماتے ہیں :۔

"وَبَعْدُ : فَاِنِّیْ اَمْعَنْتُ النَّظَرَ فِیْمَا ذَکَرَ ثَنَاءُ اللّٰہِ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ لِاٰیَاتِ الْاِسْتِوَاءِ، وَتَاَوَّلَ فِیْ کَثِیْرٍ مِنْ تَفْسِیْرِہٖ فَاِنَّہٗ تَفْسِیْرٌ مُجَانِبٌ لِمَعْنٰی کَلَامِ الرَّبِّ وَمَاصَحَّ فِی الْاَخْبَارِ النَّبَوِیَّۃِ وَمُجَانِبٌ لِتَفَاسِیْرِ اَھْلِ الْحَدِیْثِ وَمَا فَسَّرَہٗ عِصَابَۃُ الْاِسْلَامِ، جَدِیْرٌ اَنْ یُّھْجَرَ ھٰذَا التَّفْسِیْرُ، وَاَنْ یَّحْرُمَ النَّظْرُ فِیْہِ اِلَّا لِمَنْ یُّرِیْدُ الرَّدَّ وَاَنْکَرَ ھٰذَا الْمُفَسِّرَ الخ" حَرَّرَہُ الْفَقِیْرُ اِلَی اللّٰہِ عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اٰلِ بُشْرٍ، وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ۔

یعنی مولوی ثناء اللہ نے جو کچھ استواء کی آیتوں میں اپنی تفسیر میں لکھا ہے، اُسے میں نے خوب اچھی طرح دیکھا، اور بھی بہت سے مقامات جنہیں اپنی تفسیر میں تاویلیں کی ہیں وہ خدا کے کلام سے اور صحیح احادیث نبویہ اور اہل حدیث اور اسلامیوں کی تفسیروں سے بالکل دُور ہے۔ یہ تفسیر اس لائق ہے کہ اُسے چھوڑ دیا جائے، اسمیں رَدّ کی غرض کے علاوہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح مصنف سے بھی دُور رہا جائے۔" حَرَّرَہُ الْفَقِیْرُ اِلَی اللّٰہِ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل بشر، وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ۔ بعد ازیں اپنی مہر بھی لگائی ہے۔

اس جگہ اس اَمر کا واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبدالواحد غزنوی امرتسری ہر دو صاحب حضرت جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز والی مملکت حجاز و نجد کی جناب میں حاضر ہوئے تھے ۱۳۴۴ھ میں تفسیر ثنائی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن کے نزاعی تصفیہ کے لئے۔ قاضی عبدالعزیز آل بلیہد نے حضرت جلالۃ الملک

سُلطان عبدالعزیز کے حسبُ الارشاد ایک مسوّدہ تیار کیا جسمیں اربعین غزنوی کے جلانے اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے آئندہ کے ایڈیشن تفسیری میں اصلاح کی ہدایت تھی۔ اور مولانا نے آئندہ کے ایڈیشن میں تفسیر کی اصلاح کا اقرار بھی کیا تھا۔ مولانا امرتسری صاحب نے ہند میں تشریف لانے کے بعد اپنی تفسیر عربی کا جدید ایڈیشن طبع کیا، اور اس کے اوّل میں اسی مسوّدہ کو شائع کر دیا۔

حضرات! اس مسوّدہ کے موجب مولانا اپنی تفسیر کی اصلاح فرما دیتے پھر مسوّدہ تفسیر کے ہمراہ پیش فرماتے تو نزاع باہمی نہایت عمدگی سے ختم ہو جاتا۔ مگر مولانا امرتسری نے اصلاح میں صرف اسی قدر کیا کہ متن کو حاشیہ میں کر دیا اور حاشیہ کو متن میں کر دیا۔ اور مسوّدہ تفسیر کے اوّل لاحق کر کے یہ بتا دیا کہ ہم نے اس تفسیر کے جدید ایڈیشن میں اصلاح کر دی ہے۔ اس مسوّدہ کو حضرت مولانا امرتسری نے اپنی کتاب "قضیۃ الاخوان" کے صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ یہ مسوّدہ مؤرخہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کا حضرت قاضی القضاۃ علامہ عبداللہ آل بلیہد کے ہاتھ لکھا گیا تھا۔ حسبُ الحکم شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس ناچیز کاتب حروف نے ایک دو ورقہ عربی میں اس ایڈیشن ثانی کے طبع کے بعد شائع کیا تھا کہ حضرت مولانا امرتسری نے اپنی اس تفسیر کی اصلاح حسبِ مسوّدہ واقرار نہیں فرمائی۔ اسکی سُرخی "النصیحۃ للہ" تھی۔ ہند و سند عرب و حجاز و نجد حتی کہ جلالۃ الملک سُلطان شاہ عبدالعزیز تک بھی پہنچائے ایک زمانہ کے بعد مجھے قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد کی تحریر پہونچی جو آپ کے سامنے پیش ہے۔ یہ تحریر قاضی القضاۃ کی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں واقع ہوئی۔ کیفیت اسکی اس طرح ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس

مسوّدہ کو اپنی عربی تفسیر کے اوّل لاحق کیا تھا، اور عوام کو بتایا تھا کہ میری تفسیر اس مسوّدہ کے مطابق صحیح کی ہوئی ہے۔ مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی ۱۳۵۵ھ میں حجِ بیت اللہ کو تشریف لے گئے، اپنے ہمراہ مولانا امرتسری کی عربی تفسیر کے دونوں ہی ایڈیشن قدیم وجدید لیتے گئے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

"حج کے بعد شیخ موصوف سے ملاقات ہوئی، میں نے دونوں ایڈیشن قدیم وجدید کھول کر آگے رکھے، اور متنازعہ فیہ مقامات کی عبارتیں بھی اُن کے سامنے رکھیں، اور یہ مسوّدہ بھی تفسیر طبع ثانی سے الگ دکھایا، شیخ موصوف نے دونوں تفسیروں کی عبارات کا مقابلہ کیا، اور مسوّدہ کو بھی بنظرِ غائر دیکھ کر یہ عبارات تحریر فرمائیں:

اَلْجَوَابُ وَمِنَ اللّٰهِ الْاِسْتِمْدَادُ وَاِنَّ هٰذِهِ الْعِبَارَاتِ الْمُمَيَّزَةَ مِنْهَا فِي هٰذَا التَّفْسِيْرِ الثَّانِيْ هِيَ عَيْنُ الْعِبَارَاتِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِي التَّفْسِيْرِ الْاَوَّلِ الَّذِيْ صَرَّحَ الْمُصَنِّفُ فِيْهِ بِاَنَّهٗ سَيَرْجِعُ عَنْهُ كَمَا هُوَ مَذْكُوْرٌ فِيْ مُسَوَّدَةِ الْمَحْضَرِ الَّذِيْ كَتَبْنَاهُ بِحَضْرَةِ جَلَالَةِ الْمَلِكِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَجَمَاعَةِ الْعُلَمَاءِ الْمُشْتَبِهِ فِيْ اَوَّلِ تَفْسِيْرِهِ الثَّانِيْ وَيَسْلُكُ مَسْلَكَ اَهْلِ السُّنَّةِ فِيْ تَفْسِيْرِ اٰيَاتِ الصِّفَاتِ وَاٰيَاتِ الْمُعْجِزَاتِ وَالْكَرَامَاتِ وَالَّذِيْ مَشٰى عَلَيْهِ اَخِيْرًا هُوَ عَيْنُ الْاَوَّلِ بِلَا رَيْبٍ وَمَا حَكَاهُ مِنْ مَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ حُجَّةٌ عَلَيْهِ حَيْثُ خَالَفَهٗ وَوَافَقَ رَاْيَ اَهْلِ الْاِعْتِزَالِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمُؤَوِّلِيْنَ بَلِ الْمُحَرِّفِيْنَ بِكَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى — اِلٰى اَنْ قَالَ — وَالَّذِيْ نَعْتَقِدُ وَنَدِيْنُ اللّٰهَ بِهٖ اَنَّ صَاحِبَ هٰذِهِ الْعِبَارَاتِ الْمَذْكُوْرَةِ

لَيْسَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَمَنْ سَمَّاهُ بِذٰلِكَ اَوْ نَسَبَ مَذْهَبَهٗ اِلَيْهِمْ فَقَدْ كَذَبَ عَلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ هٰذَا مَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ عِلْمُنَا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَمْلَاهُ الْعَبْدُ الْفَقِيْرُ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سُلَيْمَانَ بليهد سنہ ۱۳۵۶ھ (المصادف سنہ ۱۹۴۷ء)"

یعنی "اس میں شک نہیں کہ اِس دوسری تفسیر کی عبارتیں بعینہٖ پہلی تفسیر کی عبارتیں ہیں جس سے مصنّف نے رجوع کا وعدہ کیا تھا۔ جیساکہ اس مسوّدہ میں جو جلالۃ الملک شاہ عبدالعزیز بن سعود اور ایک جماعتِ علماء کے روبرو لکھا گیا تھا، اور وہ اس دوسری تفسیر کے شروع میں لگایا گیا ہے۔ اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ آیاتِ صفات اور معجزات اور کرامات میں اہلسنّت کے طریقہ پر چلوں گا، مگر دوسری تفسیر میں وہی رَوِش چلا ہے جو پہلی تفسیر میں چلا ہے۔ اور جو مسلک اہلِ سنّت کا اس نے نقل کیا ہے وہ اسی کی تردید کرتا ہے۔ اسلئے کہ جس مسلک کو اس نے اختیار کیا ہے وہ مسلک اہلِ سنّت کا نہیں بلکہ اہلِ سنّت کے خلاف ہے۔ بلکہ اس کے مصنّف نے معتزلہ وغیرہم مؤوّلین محرّفین کی رائے کی موافقت کی ہے۔ "تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا" خداوند اُن کی باتوں سے بری اور برتر ہے۔"

پھر لکھتے ہیں کہ "ہمارا اعتقاد اور جس کو ہم دینِ الٰہی سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان دونوں تفسیروں والا اہلِ سنّت میں سے نہیں ہے۔ اور جو اسکو اہلِ سنّت کہے یا اس کے مذہب کو اہلِ سنّت کیطرف منسوب کرے وہ اہلِ سنّت پر بہتان باندھتا ہے۔" اس کے بعد قاضی القضاۃ نے اپنے دستخط کے بعد اپنی مہر بھی لگا دی۔ (ملاحظہ ہو تنظیم مولانا عبداللہ روپڑی صہ ۹۲ و ۹۳ مورخہ ۱۹ و ۲۰ رمئی، ۲ رجون سنہ ۳۹ء)۔

اس جگہ علامہ توفیق شریف جو کسی خاص تعارف کے محتاج نہیں، آپ مؤتمر اسلامی کے موسم حج میں جنرل سکریٹری تھے۔ انھیں سلطان ابن سعود نے ملک ہند میں بھی اپنے مخصوص کام کے لئے روانہ کیا تھا۔ آپ اس مجلس میں بذات خود حاضر تھے، اور تمام کارنامے سنے، دیکھے، معلوم کئے تھے۔ آپنے اپنی ایک تحریر میں کہ جو مولانا عبدالواحد صاحب غزنوی کو لکھی تھی، اسمیں اصل سانحہ کا پورا پورا نقشہ تحریر فرمایا ہے۔

"نَعَمْ حَضَرْتُ فِي الْمَجْلِسِ الْمُنْعَقِدِ فِي بَلَدِ اللهِ الْحَرَامِ تَحْتَ رِيَاسَةِ الْإِمَامِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سُعُودٍ "أَيَّدَهُ اللهُ بِنَصْرِهِ" فِيمَا هُوَ وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ عَلَيْهِ بَيْنَ جَمَاعَةِ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِنَاءً عَلَى الطَّلَبِ الَّذِي سَبَقَ مِنْ جَانِبِ الْمَوْلَوِيِّ ثَنَاءِ اللهِ لِحَضْرَةِ الْإِمَامِ يَرْجُو فِيهِ الْفَصْلَ وَإِحْقَاقَ الْحَقِّ وَقَدْ حَضَرَ عُلَمَاءُ نَجْدٍ وَبِمُقَدِّمَتِهِمْ رَئِيسُ قُضَاةِ الْحِجَازِ وَنَجْدٍ الشَّيْخُ الْعَلَّامَةُ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُلَيْهِد وَكَانَ عَدَدُهُمْ يَرْبُوا عَلَى السِّتَّةِ مَا عَدَا الْفَرِيقَيْنِ الْمُتَنَازِعَيْنِ فَكَانَ أَوَّلُ الْمُتَكَلِّمِينَ الْمَوْلَوِيُّ ثَنَاءُ اللهِ اسْتَهَلَّ بِذِكْرِ مُصَنَّفَاتِهِ وَمِنْهَا تَفْسِيرُ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ ثُمَّ عَرَجَ عَلَى ذِكْرِ الْأَرْبَعِينَ — إِلَى — وَطَلَبُوا مِنَ الْمَوْلَوِيِّ ثَنَاءِ اللهِ الرُّجُوعَ إِلَى اعْتِقَادِ السَّلَفِ وَتَصْحِيحِ هَفَوَاتِهِ الَّتِي جَاءَتْ فِي تَفْسِيرِهِ تَصْحِيحًا يَنْطَبِقُ عَلَى مَذْهَبِ الْحَدِيثِ وَيَتُوبُ إِلَى اللهِ وَيَتَبَرَّأُ مِمَّا سَلَفَ وَسَبَقَ مِنْهُ — إِلَى — لَمْ أَرَ فِي وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ الْإِمَامَ عَبْدَ الْعَزِيزِ "أَيَّدَهُ اللهُ" مُضْطَرِبًا مُتَأَثِّرًا أَحَدَ الْحُزْنِ مِنْ نَفْسِهِ وَمَلَأَ فَرَاغَ صَدْرِهِ بِمِثْلِ هَذَا الْمَجْلِسِ لَا سِيَّمَا عِنْدَمَا

أَعْرَضَ الْمَوْلَوِيُّ ثَنَاءُ اللهِ عَنِ الْحَقِّ وَسَفِهَ، طَلَبَ الْإِمَامُ وَالْعُلَمَاءُ الرُّجُوعَ إِلَى اللهِ وَخَبَّبَ أَمَا لَهُمْ فِي اهْتِدَاءٍ وَسَدَادٍ وَيَكْفِي الْإِفْصَاحُ عَنْ مَبْلَغِ الْأَسَفِ وَالْأَلَمِ الْعَمِيقِ الَّذِي تَوَلَّى الْإِمَامَ، — إِلَى قَوْلِهِ — مُخَاطِبًا إِيَّاهُ يَا ثَنَاءَ اللهِ وَاللهِ ثُمَّ وَاللهِ لَعِنْدِي مَوْتُ سُعُودٍ وَلَدِي الْأَكْبَرِ وَأَخِي فَيْصَلَ لَأَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ خُرُوجِكَ مِنْ جَمَاعَتِنَا وَلَكِنَّ أَئِمَّةَ الْقُلُوبِ بِيَدِ اللهِ، فَإِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، وَأَمَّا الْعُلَمَاءُ فَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي تَخْطِيئِهِ وَتَأْثِيمِهِ، بَلْ كَانُوا مُجْمِعِينَ بِاللَّوْمِ عَلَيْهِ وَضِدِّ مَا كَتَبَهُ فِي تَفْسِيرِهِ" — إِلَى آخِرِ مَا حَرَّرَ۔

یعنی حضرت امام عبدالعزیز بن سعود "أَيَّدَهُ اللهُ بِنَصْرِهِ" کی عدالت میں جو مجلس کہ معظمہ میں منعقد ہوئی تھی میں اس مجلس میں حاضر تھا۔ یہ مجلس اسلئے منعقد ہوئی تھی کہ جماعت اہل حدیث میں جو اختلاف ہے، اُس کے متعلق غور وخوض کیا جاوے۔ یہ مجلس مولوی ثناء اللہ کے مطالبہ پر منعقد ہوئی تھی۔ انھوں نے ہی حضرت امام سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اس اختلاف میں کوئی ٹھوس فیصلہ صادر فرماویں، تاکہ حق و باطل میں امتیاز ہو۔ اس مجلس میں علمائے نجد کی ایک جماعت حاضر تھی، جن میں خاص طور پر قابل ذکر حجاز ونجد کے رئیس القضاۃ قاضی عبداللہ بن بلیہد ہیں۔ سب سے پہلے مولوی ثناء اللہ ہی سے گفتگو شروع کی، اور اسکی تصنیفات کا ذکر کیا، جنمیں تفسیر قرآن کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اربعین غزنوی کا تذکرہ کیا جس کو علامہ عبدالحق غزنوی نے تصنیف کی ہے"۔ پھر لکھا کہ "علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحب سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے عقائد سے رجوع کرے

اور سلف کا مسلک اختیار کرے، اور اپنی تفسیر میں جن ہفوات کا ارتکاب کیا ہے اسکی تصحیح مسلکِ اہلِ حدیث کے مطابق کر دے، اور خداوند کے حضور میں توبہ کرے۔ (توفیق شریف نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر کو ہفوات لکھا ہے، مولانا فیض صاحب غور سے پڑھیں، اور ایمانداری سے فرمائیں کہ ہفوات سامرودی کی تحریر ہوئی یا آپ کے ہیرو مولوی ثناء اللہ کی تحریر)۔

ایک طویل گفتگو کے بعد مولوی ثناء اللہ مذہب اہلِ حدیث کی طرف رجوع کرنے کیلئے مستعد ہوئے، اور ہم اُن کا رجوع نامہ لکھنے میں لگے تھے کہ ایکدم اُلٹ گئے، جس کو دیکھکر ہم سب متحیر ہو گئے۔ اور جب حضرت جلالۃ الملک نے اُن سے کہا کہ آپ اپنی رائے پر کیوں قائم نہیں رہتے؟ تو جواب دیا کہ "جو کچھ میں نے تفسیر میں لکھا ہے یہی میرا عقیدہ ہے"۔ اس جواب پر حضرت جلالۃ الملک سلطان الملک عبدالعزیز کو بڑا ہی صدمہ ہوا ہے۔ اتنا متأثر ہوتے اور غمناک ہوتے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت جلالۃ الملک سلطان بن سعود نے مولوی ثناء اللہ سے مخاطب ہو کر کہا: اے ثناء اللہ مجھے خدا کی قسم ہے اپنے بڑے لڑکے، سعود اور فیصل کی موت پر اسقدر صدمہ نہیں ہوا جسقدر کہ ہماری جماعت سے تیرے نکل جانے پر ہے۔ مگر کیا کیا جاوے دل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "علماء کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ غلطی پر ہیں، سب ہی اس پر متفق تھے۔ ہاں اسمیں کچھ مختلف الرائی تھے کہ جس کے اس قسم کے عقائد ہوں وہ کافر ہے یا نہیں! اکثر علماء کی یہ رائے تھی کہ ایسا آدمی کافر و فاسق ہے۔ اسکی کتابیں دیکھنے کے قابل نہیں۔ نہ اس پر سلام کیا جاوے، نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جاوے، نہ اس

پر نمازِ پڑھی جاوے۔ اور بہت تھوڑے علماء نے اس کے کفر سے سکوت کیا، کھلے طور پر نہیں کہا۔ انھوں نے صرف اس پر اکتفا کیا کہ اس کے عقائد باطل ہیں۔ اور ان عقائد کو سلفِ صالحین اور اہلِ حدیثوں کے عقائد کے خلاف تو ضروری بتایا تھا۔ یہ تحریر ہے علامہ توفیق شریف کی جو مؤتمر حجاز جلالۃ الملک ابن سعود میں بذاتِ خود شریک تھے۔

حضرت جلالۃ الملک کے زرّیں کلمات مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اہلِ سنّت سے خارج ہونے کے حق میں کیا کچھ کم فیصلہ کُن ہیں۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے علامہ عبدالعزیز سکریٹری جمعیت مرکزیہ اہلِ حدیث ہند لاہور نے "فیصلۂ مکّہ ص۲۱" میں ایک اپیل جماعت اہلِ حدیث سے کی ہے۔ اُن کے الفاظ یہ ہیں:-

"اِن واقعات اور حقائق کے سامنے آجانے کے بعد ہم جماعت اہلِ حدیث سے اپیل کرتے ہیں کہ غور و فکر کے بعد رائے قائم کریں کہ پنجاب (وحجاز و نجد) کے سرکردہ علماء بالخصوص خاندانِ غزنویہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تفسیر وغیرہ کے متعلق جو کچھ لکھتے رہے، وہ فریضۂ شرعی امر بالمعروف و نہی المنکر اور تحفظ و صیانتِ دین و صحابہ کرامؓ و تابعینؒ و محدثین کرامؒ کے خالص مسلک و مشرب کے قیام و احیاء اور مذہبِ اہلِ حدیث کو معتزلہ و متکلمین وغیرہ کے عقائد و خیالات سے پاک صاف رکھنے کیلئے تھا یا ضدّ و نفسانیت (جسطرح سامرودی کے متعلق ہمارے مولانا فیض صاحب کا خیال ہے) پر مبنی تھا۔" (ملاحظہ ہو فیصلۂ مکّہ ص۲۱)۔

اسی کتاب فیصلۂ مکّہ کے صفحہ ۲۴ میں ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں "آہ! آج اہلِ حدیث کی حالت یہ ہے کہ جو شخص مذہبِ اہلِ حدیث میں معتزلہ و متکلمین

کی تاویلات وتحریفات کی آمیزش کرکے اسکو اہلِ حدیث کی طرف سے پیش کرے، جیسے مولانا امرتسری اور اس کے خوشہ چیں مولانا فیض، ان کیلئے کوئی ملامت نہیں ہے۔ جو شخص صحابہ کرامؓ کی تفسیر کو چھوڑ کر ابومسلم معتزلی کی تفسیر کو اپنی کتاب کیلئے مایۂ ناز سمجھتا ہو، اس پر کوئی انکار نہیں ہے جو شخص تمام صحابہؓ وتابعینؒ وتبع تابعین اور تمام محدثین کرامؒ کے مسلک کے خلاف صفاتِ باری تعالیٰ میں معتزلہ اور متکلمین کی تاویلات کو رائج کرتا ہو، اس کیلئے کوئی زجر وتوبیخ نہیں ہے۔

ایک جماعت جو ادائے فریضۂ شرعی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور تحفظ وصیانتِ دین وصحابہ کرامؓ وتابعینؒ ومحدثینِ کرامؒ کے خالص مسلک ومشرب کے قیام واحیاء اور مذہب اہلِ حدیث کو متکلمین وغیرہ کے عقائد وخیالات سے پاک صاف رکھنے کیلئے کوشاں ہے اس کو ضدی اور ہٹ دھرم اور مصلحت ناشناس کہا جاوے۔ کہاں تک انصاف پر مبنی ہے۔ مولینا فیض صاحب! دادِ انصاف دیجئے کہ سامرودی کیا واقعی ضدی ہی ہوا؟۔

اب چند عقائد نمونہ از خروارے کو ہی ملاحظہ فرمالیا جاوے۔ مولینا محمد جونا گڈھی نے ایک رسالہ بنام "عقائد محمدی" تصنیف فرمایا ہے، جس کے سرورق پر لکھا ہے جسمیں حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اہلِ اسلام کے کل ضروری عقائد بیان فرمائے ہیں جن عقائد پر اسلام کا دار ومدار ہے۔ اور جن میں سے ایک عقیدہ بھی نہ ہونے پر انسان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ رسالہ کے شروع صفحہ ۲ میں لکھا ہے "جو کوئی شخص ان عقیدوں میں سے کسی ایک کا بھی خلاف کرے وہ مخالف بدعتی اور اہلِ سنت اور اہلِ حدیث سے خارج ہے"۔

نمبر ۱:- "اللہ اپنی ذات سے ساتویں آسمان پر عرشِ اعظم کے اوپر ہے"۔ (صفحہ ۷)۔ عقیدہ مولوی ثناء اللہ "اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ موجود ہے"۔ (اخبار اہلِ حدیث مؤرخہ ۲۰ شعبان ۵۵ھ)۔ نواب صاحب فتح الباب ص ۲۶ میں فرماتے ہیں "جہمیہ کا کہنا ہے کہ اللہ اپنی ذات سے ہر جگہ موجود ہے"۔ الخ

نمبر ۲:- "پیدا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے"۔ (عقائد ص ۵)۔ عقیدہ مولانا امرتسری جیساکہ انکی عربی تفسیر کلام الرحمٰن میں ہے "بِقُدْرَتِیْ" یعنی آدم کو میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا"۔ نواب صاحب صفحہ ۱۷ میں فرماتے ہیں "ید" کے معنیٰ قدرت اور قوت ٹھہرانا تحریف ہے کلام اللہ کی۔ یہ تحریف جہمیہ معتزلہ نے کی ہے۔

نمبر ۳:- "قرآن شریف اللہ کا کلام ہے غیر مخلوق، اور جو قرآن کو مخلوق کہے وہ جہمی اور کافر ہے"۔ (عقائد محمدی ص ۵)۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں "ہمارے عقیدہ کی تشریح یہ ہے کہ رسولِ خدا علیہ السلام خدا کے پیدا کئے ہوئے نور ہیں، اسی طرح قرآن بھی خدا کا پیدا کیا ہوا نورِ مخلوق ہے"۔ (ملاحظہ ہو فتاوی ثنائیہ ۴۳۷ جلد ۲)۔ یہ تحریر بجواب الفقیہ ۱۴ اپریل ۴۶ء صفحہ ۳، نوٹ مولانا امرتسری کا تفویض مضمون ۳۹ء فروری کا ہے، جو پرچہ محمدی میں طبع ہوا ہے۔ یکم مارچ ۳۹ء میں ۴۶ء کی تحریر نے اس سے قبل کی اُن تمام تحریروں پر پانی پھیر دیا جو ۲۵ اگست ۳۳ء اور ۴۷ء اخبار توحید امرتسر اور ۳۹ء یکم مارچ محمدی وغیرہ جس پر ہمارے قمر وغیرہ نازاں ہیں، ۴۶ء کی تحریر اُن سب کی ناسخ ہے۔ فیصلہ سلطانی ۴۴ء کا ہے، اخبار توحید نے اس کو ۴۷ء میں شائع کیا۔ ۴۷ء میں حضرت علامہ قاضی القضاۃ نے دوبارہ تفسیر کو یکھکر مقابلہ کرکے ایک مضمون

مسوّدہ اوّل کے عکس میں تحریر فرما کر پہلے کی تردید فرما دی ہے، جسے آپ حضرات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

علامہ نوابؒ والاجاہ بھوپالی فتح الباب ص۲۷ میں فرماتے ہیں کہ "اصحابِ حدیث کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام وکتاب و وحی مستطاب ومنزلِ جلیل ہے مخلوق نہیں، جو اس کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے"۔ امام بخاریؒ "خلق افعال العباد ص۷" میں فرماتے ہیں اپنے استاذ علی بن المدینی سے کہ جو یوں کہے کہ قرآن مخلوق ہے تو وہ کافر ہے، "لَا یُصَلّٰی خَلْفَہٗ، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے"۔ اور ابو الولیدؒ سے کہ "وہ کافر ہے، اور جس کے دل میں یہ عقیدہ نہ ہو تو وہ خارج عَنِ الاسلام (اسلام سے خارج) ہے"۔ امام بخاریؒ نے بذاتِ خود فرمایا کہ "میں نے یہود ونصاریٰ اور مجوس کے ارشادات کو دیکھا مگر ان مخلوق کہنے والوں سے کسی کو زیادہ گمراہ نہیں پایا، جو انھیں کافر نہ کہے میں انھیں جاہل تصور کرتا ہوں"۔ امام وکیعؒ بن الجرّاحؒ بیان فرماتے ہیں کہ "جو قرآن کو مخلوق کہے وہ منکر ہے قرآن کا۔ اُس سے توبہ کرائی جاوے، نہ کرے تو گردن ماردی جاوے"۔ امام بخاریؒ بذاتِ خود فرماتے ہیں کہ "یہود ونصاریٰ کے پیچھے نماز پڑھنا اور جہمی اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھنا دونوں برابر ہے۔ نیز سلام نہ کیا جاوے، اُن کی عیادت نہ کی جاوے، اُن سے نکاح نہ کیا جاوے، انکی گواہی قبول نہ کی جاوے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ کھایا جاوے۔ صحیح بخاری ص۱۰۷۱ میں امام بخاریؒ نے ابن عیینہؒ اور معاذؒ بن معاذؒ وحجاجؒ بن محمدؒ ویزیدؒ بن ہارونؒ و ہاشمؒ بن قاسمؒ وربیعؒ بن نافعؒ ومحمدؒ بن یوسفؒ وعاصمؒ بن علیؒ بن عاصمؒ ویحییٰؒ بن یحییٰؒ اور تمام اہلِ علم سے نقل فرمایا کہ جو قرآن کو

مخلوق کہے وہ کافر ہے"۔ امام ذہبیؒ نے کتاب العلم میں بے حساب علمائے متقدمین سے لکھا ہے کہ "جو قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے"۔ امام وکیعؒ سے صفحہ۱۳۱ میں بیان کیا ہے کہ "وہ بالاجماع کافر ہے"۔ اور صفحہ۱۳۱ میں امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ "مخلوق کہنے والے کی تکفیر ائمۂ سلف جو امام مالکؒ کے زمانہ میں تھے، اور امام ثوریؒ کے پھر امام عبداللہ بن المبارکؒ کے پھر وکیعؒ کے پھر امام شافعیؒ اور عفانؒ اور قعنبیؒ پھر امام احمدؒ کے زمانہ پھر علیؒ بن المدینی پھر امام بخاریؒ کے زمانہ پھر امام ابوزرعہؒ رازی پھر محمدؒ بن نصر مروزی پھر نسائیؒ پھر محمدؒ بن جریرؒ طبری پھر ابن خزیمہؒ ان سب سے وارد ہے۔

مولانا فیض صاحب! سامرودی کو مولانا امرتسری سے حسد ودشمنی ہے۔ اُن علماء کو اِن سے کیا حسد تھا؟ ع: راہ سیدھی چل کہ ایک جہاں تجھکو سیدھا کہے۔

نمبر۴:- امام بخاریؒ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں "ایمان قول وعمل دونوں کا نام ہے، ایمان میں عمل داخل ہے"۔ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں "نماز ایمان میں داخل نہیں"۔ (دیکھو فتاویٰ ثنائی ص۲۸۸ ج۱ مکتوب مؤرخہ ۲۷ مئی ۱۹۳۲ء)۔ مولانا فیض الرحمٰن صاحب! فرمائیے کہ یہ عقائد کیا اہلِ حدیثوں کے ہیں؟ اس کے علاوہ اور بھی بکثرت عقائد موجود ہیں جو جماعتِ اہلِ حدیث کے مسلک بلکہ کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ آپ کہاں تک ہمدردی کا اظہار فرماتے رہیں گے۔

نمبر۵:- مولانا امرتسری کا عقیدہ ہے کہ "خدائے تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ موجود ہے"۔ (دیکھو اخبار اہلِ حدیث، ۲۰ شعبان ۱۳۵۵ھ)۔ مولینا امرتسری اپنی روپڑی مظالم ص۱۳ میں فرماتے ہیں کہ "خدائے تعالیٰ جس طرح عرش پر ہے، ویسا ہی زمین پر ہے"۔ اور صفحہ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ

کا آسمانوں اور زمینوں میں ہونا بلا تاویل یقین کرتا ہوں"۔ اب سنئے امام الائمہ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ رئیس المحدثین اپنی کتاب التوحید ص۲۴۵ میں فرماتے ہیں "صَحَّ اَنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فِی السَّمَآءِ وَاَنَّ الْمَلَائِکَۃَ تَصْعَدُ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا، لَا کَمَا زَعَمَتِ الْجَھْمِیَّۃُ الْمُعَطِّلَۃُ اَنَّ اللّٰہَ فِی الدُّنْیَا وَفِی السَّمَآءِ"۔ یعنی صحت کے ساتھ ثابت ہوچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، اور ملائکہ اسکی طرف چڑھتے ہیں، جہمیہ معطلہ کے خلاف کہ وہ کہتے ہیں خدائے تعالیٰ دنیا میں بھی ہے اور آسمانوں بھی"۔ پھر فرماتے ہیں "لَعَنَ اللّٰہُ عَلَی الْجَھْمِیَّۃِ مُتَتَابِعَۃً" "جہمیہ پر خدا کی لعنت ہو پے در پے"۔

ابو منصور ماتریدی رح "فقہ اکبر" کی شرح ص۱۵۸ مطبوعہ حیدرآباد میں لکھتے ہیں "قَالَتِ الْقَدَرِیَّۃُ وَالْمُعْتَزِلَۃُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی کُلِّ مَکَانٍ وَ احْتَجُّوْا بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی "وَھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ" الخ "یعنی "قدریہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ میں ہے، اور آیت "ھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ" سے دلیل پکڑتے ہیں"۔ مولانا امرتسری نے روپڑی مظالم میں زیر صفحہ ۱۱۷ ایک سرخی بایں اسلوب قائم کی ہے "میرا مسلک اور عقیدہ الخ"۔ اسمیں تیسری دلیل "ھُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ" لکھی ہے۔ اور فرماتے ہیں "بلا تاویل تسلیم ہے"۔ اور فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمینوں میں ہونا بلا تاویل یقین کرتا ہوں"۔

مولانا کی "بلا تاویل" کے معنی وہی ہیں جیساکہ آپ نے خود ہی فرمایا۔ روپڑی مظالم صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں کہ "خدائے تعالیٰ جیسا عرش پر ہے، ویسا ہی

زمین پر ہے"۔ مولانا فیض صاحب! خدارا فرمادیں کہ کیا یہ ہم اہل حدیثوں کا عقیدہ ہے؟ نہیں! تو پھر یہ عقیدہ کس کا ہوا؟ امام ابن خزیمہ رح تو اس عقیدہ والے کو پے در پے لعنت والا کافر مانتے ہیں۔ یہ صاحب تو سامرودی نہیں ہیں، سامرودی نے حسد کی بناء پر اُن پر آواز کسی، تو اُن بزرگوں کو کیا حسد تھا؟

نمبر۶:- ہمارے مولانا امرتسری نے اپنی عربی تفسیر میں "عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" کے معنی اِستیلاء (غلبہ) کے فرمائے ہیں، اس پر یہ شعر لکھا ہے تائید میں ؎

قَدِ اسْتَوٰی بِشْرٌ عَلَی الْعِرَاقِ مِنْ غَیْرِ سَیْفٍ وَدَمٍ مُھْرَاقِ

اس کے بعد فرماتے ہیں "نَتَحَقَّقُ مِنْ مَجْمُوْعِ ذٰلِکَ اَنَّ مَنْ فَسَّرَ الْاِسْتِوَاءَ عَلَی الْعَرْشِ بِسَخَرِ الْمُلْکِ وَ نَفْذِ اَحْکَامِہٖ عَلَی الْخَلْقِ مَا خَالَفَ السَّلَفَ"۔ پھر آپ ارشاد فرماتے ہیں "خدا کے عرش پر ہونے سے مراد تنفیذ الاحکام ہے"۔ کہئے! یہ سلف کا عقیدہ ہے؟ (ملاحظہ ہو ص۸ رکوع ۱۴)۔

علامہ ابوالحسن اشعری امام الاشعریہ اپنی کتاب "الْاِبَانَۃ عَنْ اُصُوْلِ الدِّیَانَۃ" ص۵۳ مطبوعہ حیدرآباد میں فرماتے ہیں "وَقَدْ قَالَ الْقَائِلُوْنَ مِنَ الْمُعْتَزِلَۃِ وَالْجَھْمِیَّۃِ وَالْحَرُوْرِیَّۃِ اِنَّ قَوْلَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" اَنَّہٗ اسْتَوْلٰی وَمَلَکَ وَقَھَرَ وَاِنَّ اللّٰہَ فِی کُلِّ مَکَانٍ" الخ۔ یعنی "معتزلہ، جہمیہ اور خوارج "الرحمٰن علی العرش استوٰی" میں اِستوٰی کی تفسیر استولیٰ (غلبہ)، ملک وقہر سے کرتے ہیں"۔ امام ابن خزیمہ رح امام الائمہ رئیس الموحدین والمحدثین اپنی کتاب ص۶۱۱ میں فرماتے ہیں

"فَنَحْنُ نُؤْمِنُ بِخَبَرِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَلَا اَنَّ خَالِقَنَا مُسْتَوٍ عَلٰى عَرْشِهٖ، لَا نُبَدِّلُ كَلَامَ اللّٰهِ وَلَا نَقُوْلُ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَنَا كَمَا قَالَتِ الْمُعَطِّلَةُ الْجَهْمِيَّةُ اَنَّهٗ اسْتَوْلٰى عَلٰى عَرْشِهٖ لَا اسْتَوٰى، فَبَدَّلُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ كَفِعْلِ الْيَهُوْدِ"۔ یعنی اللہ عزّ وجلّ نے استواء علی العرش کی جسطرح اپنی کتاب میں ہم کو خبر دی ہے ہم ایمان لاتے ہیں، ہم اللہ کے کلام کو بدلتے نہیں ہیں، اور جس طرح معطلہ جہمیہ فرقہ کہتا ہے کہ اس کے معنی اِستولیٰ کے ہیں اسطرح ہم نہیں کہتے ہیں، یہودیوں کی طرح بدل دیا، حِطَّةٌ کی جگہ حِنْطَةٌ انھوں نے کر دیا تھا۔

مولانا فیض الحسن صاحب! خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر فرمائیے کہ اِستولیٰ کے معنی کرنا سلف کے خلاف ہے یا نہیں؟ مولانا امرتسری کا فرمانا مَا خَالَفَ السَّلَفُ کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ استواء بمعنیٰ استیلاء اس جگہ مستعمل ہوتا ہے جبکہ اس جگہ اس کا مدّمقابل ہو، وہاں جو غالب ہوگا اسوقت اِستولیٰ کہا جاوے گا۔ خدا کا کوئی مضاد و مدّمقابل نہیں ہے۔

امام بیہقیؒ کتاب الاسماء و الصفات ص۲۹۵ میں لکھتے ہیں ابن الاعرابی لغویؒ سے کہ "اَلْعَرَبُ لَا تَقُوْلُ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ فُلَانٌ حَتّٰى يَكُوْنَ لَهٗ فِيْهِ مُضَادٌّ اَيُّهُمَا غَلَبَ قِيْلَ قَدِ اسْتَوْلٰى عَلَيْهِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى لَا مُضَادَّ لَهٗ فَهُوَ عَلٰى عَرْشِهٖ كَمَا اَخْبَرَ"۔ خدا کا کوئی مضاد ہی نہیں، اس جگہ اِستیلاء کا معنیٰ ہی غلط ہے۔ مزید تفصیل ابن القیم کی اَلصَّوَاعِقُ الْمُحْرِقَہ میں ملاحظہ ہو۔

نمبر۲:- مولانا ثناء اللہ امرتسری نے "لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ" کی تفسیر "بِقُدْرَتِيْ" سے کی ہے۔ ملاحظہ ہو اُنکی عربی تفسیر سورۂ ص، اور تفسیر ثنائی اردو ص۳۱۴ اس طرح آیت کی تفسیر اور معنیٰ اسطرح کئے ہیں "جس چیز کو میں نے خود پیدا

کیا"۔ اس جگہ ہاتھوں کو اڑادیا، اور ایسے گول معنیٰ کر دئے کہ کسی کو اس کے راز پر آگاہی نہ ہو۔ کوئی پوچھے کہ خود کس لفظ کے معنیٰ ہیں؟ اس کا کوئی جواب نہیں، بجز اس کے کہ اسمیں اثباتِ یَد ہے۔ اور وہ ان کے اعتقاد کے بالکل خلاف ہے۔ اس سے کتراتے ہوئے یہ ترجمہ کر ڈالا۔ ورنہ اپنی عربی تفسیر میں "بِقُدْرَتِيْ" بتایا ہے۔ یعنی "میں نے آدم کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے"۔ ہاتھ کے معنیٰ اس جگہ قدرت کے لئے ہیں۔

امام الاشعریین ابوالحسن اپنی "اِبانہ" ص۵ میں فرماتے ہیں "فَلَمَّا كَانَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنٰى بِقَوْلِهٖ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ الْقُدْرَةَ لَمْ يَكُنْ لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى اِبْلِيْسَ فِيْ ذٰلِكَ مَزِيَّةٌ"۔ یعنی "اگر آیت "لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ" سے مراد قدرت ہوتی تو آدم کو ابلیس پر فضیلت ہی کیا ہوتی"۔

"فقہ اکبر میں امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں "لَا يُقَالُ اِنَّ الْمُرَادَ بِيَدِهٖ قُدْرَتُهٗ اَوْ نِعْمَتُهٗ لِاَنَّ فِيْهِ اِبْطَالَ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْقَدَرِ وَالْاِعْتِزَالِ"۔ یعنی "خدا کے ہاتھ کو قدرت اور نعمت سے تاویل کرنا جائز نہیں، اسلئے کہ اسمیں خداوندی صفت کا بیکار کرنا لازم آتا ہے، اور یہ مذہب قدریہ اور معتزلہ کا ہے"۔

امام الائمہ ابن خزیمہ اپنی کتاب التوحید ص۵۷ میں جہمیہ معطلہ کا مذہب بیان فرماتے ہیں، اور ص۴۴ میں فرماتے ہیں "اَنَّهٗ خَلَقَهٗ بِيَدِهٖ، لَا بِنِعْمَتِهٖ كَمَا زَعَمَتِ الْجَهْمِيَّةُ الْمُعَطِّلَةُ"۔ "آدم علیہ السلام کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے، نعمت سے نہیں، جسطرح جہمیہ معطلہ لکھتے ہیں"۔

جامع ترمذی باب فضل الزکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ میں ملاحظہ ہو "وَقَدْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ غَيْرِ مَوْضِعٍ مِّنْ كِتَابِهٖ "اَلْيَدَ وَالسَّمْعَ

وَالْبَصَرَ" فَتَأَوَّلَتِ الْجَهْمِيَّةُ هٰذِهِ الْآيَاتِ وَفَسَّرُوْهَا عَلٰى غَيْرِ مَا فَسَّرَ أَهْلُ الْعِلْمِ وَقَالُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَخْلُقْ آدَمَ بِيَدِهٖ وَقَالُوْا إِنَّمَا مَعْنَى الْيَدِ الْقُوَّةُ "۔ یعنی "اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی جگہ یَد اور سمع اور بصر" کا ذکر کیا ہے۔ جہمیہ نے اہلِ علم بالحدیث کے خلاف تفسیر کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ عزّ وجلّ نے آدم کو اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا بلکہ اپنی قوت سے بنایا ہے"۔

مولانا فیض صاحب! قوت اور قدرت سے تفسیر کرنیوالے جہمیہ نہیں ٹھہرے؟ اسمیں بُرا ماننے کی بات ہی کیا ہے۔ جامع ترمذی اہلِ حدیثوں کی مسلّم ومستند کتاب ہے یا نہیں؟ امام ترمذیؒ قوت اور قدرت کے معنیٰ کرنے والے کو جہمی فرما رہے ہیں "فَلْيَبْكِ عَلَى الْإِسْلَامِ مَنْ كَانَ بَاكِيًا"۔ امام ابوحنیفہؒ قدرت اور نعمت سے تعبیر کرنیوالے کو قدریہ اور معتزلہ فرما رہے ہیں۔

مولانا رازؔ صاحب نے عجیب پبلک کو چکمہ دیا ہے۔ آپ اپنے قرآن ایڈیشن ثانی کے صفحہ ۵۴۸ سورۂ ص میں لکھتے ہیں "لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ"۔ فائدہ ۱ میں لکھتے ہیں "اہلِ حدیث اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو ثابت کرتے ہیں، اور اُن کی تاویل نہیں کرتے"۔ یہ تو بالکل صحیح ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں "اس آیتِ شریفہ کا ترجمہ سلفِ صالحین کے مطابق حضرت مولانا وحید الزماں مرحوم کے لفظوں میں نقل کیا گیا ہے، جو مرحوم مترجم کے منشا کے مطابق ہے جیساکہ آپ کی تفسیر القرآن سے ظاہر ہے"۔ پھر فرماتے ہیں "ہمارے مترجم مرحوم کا بھی یہی مسلک تفویض ہی ہے"۔ الخ

میں مولانا رازؔ صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ جب مولانا امرتسری

کا منشا تفویض علیٰ طریقۃ السّلف ہی تھا تو "بِقُدْرَتِی" کیوں تفسیر کی؟ موتمر سے آکر دوسرا ایڈیشن انھوں نے شائع کیا ہے، اسمیں کیوں تفویض نہیں کی، بِقُدْرَتِی کیوں لکھا؟ اور روپڑی مظالم ص۱۱ میں اللہ تعالیٰ کا آسمانوں اور زمینوں میں ہونا بلاتاویل یقین کرتے ہیں۔ اور صفحہ ۱۳ میں لکھتے ہیں "خدائے تعالیٰ جیسا عرش پر ہے ویسا ہی زمین پر ہے"۔ روپڑی مظالم تو ۱۹۴۰ء کی لکھی ہوئی ہے۔ اور موتمر بقول مولانا امرتسری ۱۹۲۶ء میں ہوا۔ اور ۱۹۴۷ء ۷ر اپریل کو مولینا امرتسری کا لکھنا کہ ہمارے عقیدہ کی تشریح یہ ہے کہ "رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیدا کئے ہوئے نور ہیں، اسی طرح قرآن بھی خدا کا پیدا کیا ہوا نور ومخلوق ہے" کیا اسی کا معنیٰ رجوع إلی الحق ہے، اور اس کو تفویضِ سلف کے مسلک کے مطابق کہتے ہیں؟

مولانا رازؔ صاحب! خدا سے کچھ تو ڈرو، اور مخلوقِ خدا کو دھوکہ اور چکمہ مت دو۔ مولانا کا مضمون صفات کے متعلق "عقیدۂ سلف" کی سرخی سے ترجمۂ ثنائیہ کے صفحہ ۱۱۳ ج ۱ میں نقل کرکے مخلوق کی آنکھوں میں دھول جھونکی ہے۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اپنے اس اظہار جو محمدی پرچہ ۳۹ء یکم مارچ میں درج کیلئے بھیجا تھا کہ "میں بھی صفاتِ باری تعالیٰ میں وہی اعتقاد رکھتا ہوں جو سلفِ صالحین نے کہا ہے"۔ ایمانداری سے کہئے کہ یہ عقائد جو آپ لوگوں کے سامنے رکھے ہیں، کیا سلف صالحین نے حسبِ منشا مولانا امرتسری کے کہے ہیں؟ ایمان سے کہئے! ہاتھی کے دانت دکھانیکے اور، کھانے کے اور۔ قرآن کے حاشیہ پر لکھدیا، پبلک کیا سمجھے گی کہ یہ بات صحیح ہے۔ مگر یہاں تو کچھ اور ہی سانحہ ہے۔ سب کچھ تجارت ومنفعت کا کرشمہ سمجھیں۔

حضرات ! اوّل کی بات ناسخ ہوا کرتی ہے یا اخیر کی ؟ ہمیں تو صحیح احادیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ "اِنَّمَا یُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاٰخِرُ فَالْاٰخِرُ" مگر یہاں تو اُلٹی ہی گنگا بہتی ہے ۔ آج اصلی اسلام کو جو پیش کرے اور جو اسلام کو جہم و اعتزال و نیچریت کے خس و خاشاک سے پاک کرنا چاہے، وہی مطعون ہو اور حاسد و باغض اور فسادی کہا جائے ۔ کیا ارشادِ باری صحیح نہیں "اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ" ؟

حضرات ! یہ لوگ اپنے آپ کو مصلح تصوّر فرماتے ہیں ۔ اللہ پاک فرماتے ہیں "اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ" ۔ قدرے سوچنے کی ضرورت ہے کہ آج ہمارا ایمان ہے کہ اظہارِ حق ایک ایمانی فرض ہے، اور تعبُّدِ الٰہی ہمارا متقاضی ہے کہ ہمیں جو کچھ کہنا ہے اور کہہ رہے ہیں وہ صرف کتاب و سنّت کی ہدایات کے ہی ماتحت ہے ۔ اسمیں ذاتی عداوت و رنجش کو کچھ دخل نہیں، اور نہ ہی حسد کسی قسم کا ۔ ہم اُس شخص کو بدترین انسان تصوّر کرتے ہیں جو حسد اور بغض کو، ذاتی کدورتوں کو دین کے لباس میں پیش کرے، اور مذہب کی آڑ میں ذاتی انتقام لے ۔

میرے معزّز و محترم برادرانِ اہلِ حدیث ! خدا شاہد ہے، ہمارا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری سے کوئی ذاتی نزاع نہیں، صرف اصولی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی "تفسیر القرآن بکلام الرّحمٰن" اور دوسری تصنیفات میں اللہ عزّ و جلّ کی صفات اور انبیائے کرام کے معجزات وغیرہ میں محدّثینِ کرام کے مسلک کو چھوڑ کر معتزلہ جہمیہ گمراہ فرقوں کے مسلک کو اختیار کر کے مسلکِ محدّثین کو مکدّر کر دیا ۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم جماعتِ اہلِ حدیث کو اس الحاد اور بے دینی سے بچا دیں ۔ ہاں تھوڑی دیر کیلئے سامرودی کو مولانا امرتسری

سے حسد و بغض اور عداوت ہے، تو حضرات ہمارے اکابرین علمائے اہلِ حدیث ہند و پنجاب و علمائے نجد و حجاز خصوصًا امام المسلمین جلالۃ الملک حجاز و نجد کو مولوی ثناء اللہ اور کسی اور سے کیا لینا تھا، انھوں نے کیوں ناگفتہ الفاظات استعمال فرمائے ؟ ان تمام باتوں کو روپوش کر کے صرف مولانا امرتسری کی شخصیت کے گیت گائے جانے لگے، ان کی ہستی کو آسمان سے جا ملایا ۔ مقلّدین کے بھی کان کتر ڈالے ۔ یہی ایک شیطانی جال ہے مذہب کے ایجاد کی، اِمامُنا اَعلَمُ مِنَّا کی رٹ لگائی گئی ۔ اب جب یہ بات اس مرحلہ پر پہونچی تو اب بھلا نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی کیا وقعت ؟

حضرات ! ہمیں مولانا کے فضل و کمال سے انکار نہیں، وہ سب کچھ تھے ۔ مگر جماعتِ اہلِ حدیث کو ایک عظیم الشان صدمہ پہونچا گئے ۔ ملحدین معتزلہ جہمیہ وغیرہ معاندینِ کتاب و سنت کے خیالات کا جماعتِ اہلِ حدیث میں بیج ڈال گئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ جماعتِ اہلِ حدیث کو اللہ عزّ و جلّ نیک توفیق دے ۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَاَنَا رَاجِیْ رَحْمَۃَ رَبِّیْ اَبُوْعَبْدِ الْکَبِیْرِ مُحَمَّد عَبْدُ الْجَلِیْلِ السَّامَرُوْدِیُّ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ ۔ مؤرخہ ۱۵ر جولائی ۶۳ء مطابق ۲۳ر صفر ۱۳۸۳ھ ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بجوابِ مضمونِ مولانا آروی و ترجمان و قمر بنارسی

یہ وہ مضمون ہے کہ جریدۂ اہل حدیث نے طبع نہیں کیا تھا جسکی اشد ضرورت تھی

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ :-

حضرات اہل حدیث ! آپ حضرات نے ہمارے اہلِ علم حضرات اہل الحدیث (کَثَّرَ اللّٰہُ سَوَادَھُمۡ) کے مضامین بخوبی ملاحظہ فرمالئے ہیں ۔ آپ حضرات کو اللہ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ کی قسم دیکر دریافت کرتا ہوں کہ وہ میری کون سی عبارت یا مضمون ہے کہ جسمیں اس ناچیز نے مولانا امرتسریؒ کو لکھا ہے کہ وہ اہلحدیث نہ تھے ؟ اِعۡدِلُوۡا ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۔ آپ حضرات مکرّر سہ کرّر میرا مضمون صحیفہ والا ملاحظہ فرمادیں، صحیفہ ہی نہیں بلکہ مدیر ترجمان نے بھی میرا مضمون اپنے پرچے میں درج کیا ہے ۔ کیا واقعی اسمیں میری تحریر اس قسم کی ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحبؒ اہلِ حدیث نہ تھے ؟ اگر ہو تو حضرات ! ہمارے علماء کا فرمانا درست ، میں ہر طرح مجرم ۔ اور اگر یہ امر نہ ہو تو خدارا آپ ہی انصاف فرمائیں کہ یہ ہر کس و ناکس کی سمجھ ناچیز پر بمباری کیسی ؟

حضرات ! میں حَاشَا وَ کَلَّا مولانا امرتسری کو ہرگز یہ نہیں کہتا اور نہ ہی کہا ہے کہ وہ اہلِ حدیث نہ تھے ۔ میری اصل عبارت کو بغور ملاحظہ فرمائیے ، میں مولانا آروی صاحب کی تحریر سے اپنی تحریر پیش کرتا ہوں ، مولانا ترجمان ۱۵ر نومبر ۵۷ء میں میری طرف نسبت فرماتے ہیں :-

" مولانا ثناء اللہ عقیدۃً اہلِ حدیث نہ تھے ۔ معتزلہ ، جہمیہ ، نیچری تھے " ۔ یہی ایک میری عبارت تھی کہ جس پر ہمارے اہلِ حدیث حضرات چیخ

اٹھے کہ حضرت مولانا امرتسری کے متعلق سامرودی نے لکھدیا کہ " اہلِ حدیث نہ تھے " ۔ اگر وہ اہلِ حدیث نہ تھے تو پاک وصاف دنیا میں کوئی بھی اہلِ حدیث نہیں ۔ خدا را انصاف کو ملحوظ فرماتے ہوئے فرمادیں کہ یہ مجھ پر اتہام ہے یا نہیں ؟

حضرات ! میں نے تو صرف اسی قدر لکھا تھا کہ آپ عقیدۃً اہلِ حدیث نہ تھے ، فروعات میں اہلِ حدیث تھے ۔ عقیدہ کی نفی سے مطلق اہلِ حدیث ہونیکی نفی کیسے سمجھ لی گئی ؟ عوامی طبقہ اہلِ علم سے تو مجھے تعجب نہیں ، تعجب تو جامع منقول ومعقول حضرت قائدِ جماعت مولانا آروی سے ہے ۔ آپ نے میرے علم کلام سے ناواقفی پر اگر استدلال کیا ہے تو صرف اسی کلام سے کہ میں نے معتزلہ جہمیہ نیچری ، تین وصف آپ کی شان میں تلفظ کئے ۔ جس پر آپ لکھتے ہیں کہ " اہلِ علم جانتے ہیں کہ یہ تینوں الگ الگ فرقے ہیں " الخ

مولانا سے باادب گذارش ہے کہ آپ شرحِ مواقف جُرجانی ص۷۵۷ کو قدرے ملاحظہ فرمالیں ، زیدیہ کے متعدد فرقے بیان کئے ، اس کے بعد لکھتے ہیں ھٰذِہٖ فِرَقُ زَیۡدِیَّۃٍ وَاَکۡثَرُھُمۡ فِیۡ زَمَانِنَا مُقَلِّدُوۡنَ یَرۡجِعُوۡنَ فِی الۡاُصُوۡلِ اِلَی الۡاِعۡتِزَالِ وَفِی الۡفُرُوۡعِ اِلٰی مَذۡھَبِ اَبِیۡ حَنِیۡفَۃَ اِلَّا فِیۡ مَسَائِلَ قَلِیۡلَۃٍ " یعنی یہ تو ہیں فرقے زیدیہ کے ، اکثر اُن کے ہمارے زمانے میں مقلدین ہیں ، عقائد میں معتزلہ کیطرف مراجعت کرتے ہیں اور فروع میں ابوحنیفہؒ کے مذہب کی طرف ، بجز بعض مسائل کے " ۔ حنفی و معتزلی دونوں حسبِ علم کلام جمع ہوسکتے ہیں ۔ نہ حنفی ہونے کی نفی ہوسکتی ہے اور نہ ہی زیدیہ ہونیکی نفی ہوسکتی ہے ۔ زیدیہ کہنے سے حنفی ہونے کی نفی سمجھنا عارفانہ تجاہُل ہے ۔ ہاں مولینا معقولی آروی صاحب ! یہ تو بتادیں " صدری لوگوں کو امامیہ کیوں آپنے فرمایا " ؟ امامیہ روافض کے فرقوں میں سے بالاتفاق ایک فرقہ ہے ، جسکے

متعلق شرحِ مواقف ص۷۵۷ ہی میں لکھا ہے "اَمَّا الْاِمَامِیَّۃُ فَقَالُوْا بِالنَّصِّ الْجَلِیِّ عَلٰی اِمَامَۃِ عَلِیٍّ وَکَفَّرُوا الصَّحَابَۃَ" "امامیہ کا عقیدہ نصِ جلی کی بنا پر حضرت علیؓ کے امام ہونے کا ہے، اور اسی بنا پر دوسرے صحابہؓ کی تکفیر کرتے ہیں" یہ تو ہے آپ کے علمِ کلام کا بیان۔

تلبیسُ الابلیس میں ابن جوزی نے کہا ہے کہ روافض کے بارہ فرقے ہیں، اُن میں سے ایک امامیہ بھی ہے۔ اُن کا مقولہ ہے "لَا یُمْکِنُ اَنْ تَکُوْنَ الدُّنْیَا بِغَیْرِ اِمَامٍ مِنْ وَلَدِ حُسَیْنٍؓ اَنَّ الْاِمَامَ یَعْلَمُہٗ جِبْرَئِیْلُ فَاِذَا مَاتَ بَدَلَ مَکَانَہٗ مِثْلُہٗ" "امامیہ کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں حضرت حسینؓ کی اولاد سے امام کا ہونا ضروری ہے۔ امام کو جبرئیل بھی جانتے ہیں، وہ امام مرجاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا ہوجاتا ہے"۔

مولانا آروی صاحب حلفیہ بتائیں کہ کیا مولانا عبدالوہاب صدری واُن کی پارٹی کا یہ عقیدہ تھا؟ اگر یہ عقیدہ نہ تھا تو پھر آپ انھیں امامیہ کیوں کہتے ہیں؟ اسلئے انھیں امامیہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک شخص کی ماتحتی میں زندگی بسر کرنے کو ارشاد فرماتے تھے، تو مولانا! یہ اس بیان میں منفرد نہیں۔ علمِ کلام کی متعدد مستند کتاب شرحِ مواقف جرجانی ص۷۲۹ میں مرصد رابع میں لکھتا ہے "نَصْبُ الْاِمَامِ عِنْدَنَا وَاجِبٌ عَلَی الْاُمَّۃِ سَمْعًا" یعنی "امام کا قائم کرنا امت پر ہمارے نزدیک واجب ہے۔ قیاس کی بنا پر نہیں بلکہ منصوصِ شرعی کی بنا پر"۔

حضرت مولانا صدیق حسن بھوپالیؒ اپنی کتاب "اِنْتِقَادُ الرَّجِیْح" ص۷۲ مسئلہ ۵۷ میں فرماتے ہیں "اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ لَابُدَّ لَھُمْ مِنَ الْاِمَامِ یَقُوْمُ بِتَنْفِیْذِ اَحْکَامِھِمْ وَاِقَامَۃِ حُدُوْدِھِمْ" الخ اور لکھتے ہیں "اَجْمَعُوْا

عَلٰی وُجُوْبِ نَصْبِ الْاِمَامِ" کہ مسلمانوں کیلئے امام کا ہونا ضروری ہے جو احکام وحدود وغیرہ جاری کرے۔ امام کے قائم کرنے پر سب کا اجماع ہے۔ صرف اگر اختلاف ہے تو اسمیں ہے کہ یہ امام قائم کرنا مخلوق پر فرض ہے یا اللہ میاں پر، سمعًا یا عقلًا؟ فَمَذْھَبُ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَعَامَّۃُ الْمُعْتَزِلَۃِ اَنَّہٗ یَجِبُ عَلَی الْخَلْقِ سَمْعًا لِقَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ "مَنْ مَاتَ بِغَیْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً" اَخْرَجَہٗ مُسْلِمٌ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَؓ وَاِنَّ الصَّحَابَۃَ جَعَلُوْا اَھَمَّ الْمُھِمَّاتِ نَصْبَ الْاِمَامِ حَتّٰی قَدَّمُوْا عَلٰی دَفْنِہٖ (عَلَیْہِ السَّلَامُ)" یعنی "اہلِ سنّت کا مذہب اور کل معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ امام کا قائم کرنا مخلوق پر بطریقِ منصوص واجب ہے۔ حدیث میں "مَنْ مَاتَ" اسکی دلیل ہے۔ اور صحابہؓ نے نصبِ امام کو تمامی مہمّاتِ اُمور سے اُسے اہم قرار دیا تھا، اسلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر اسکو مقدم کیا تھا"۔

مولانا آروی صاحب کیا اس سے واقف نہیں، اور کیا یہ عقیدہ اُنکا اور تمام علمائے اہلِ حدیث کا نہیں؟ پھر عبدالوہاب صدری کو نشانہ بنانا اور معتوب قرار دینا انصاف کا خون نہیں؟ مجھے بتائیں کہ عبدالوہاب صدری کو کن معنیٰ کی بنا پر امامیہ کہا جاتا ہے۔ ہم نے نفسِ امامیہ کے اعتقاد کو بھی آپ کے سامنے رکھدیا ہے، ہمارے اہلِ حدیث علمائے متقدمین کے اعتقاد کو بھی سامنے رکھدیا۔ اب ایمانداری سے کہئے کہ عبدالوہاب صدری کون سے معنیٰ کی بنا پر امامیہ کہنے کے قابل ہیں؟ مجھے کہنے دیجئے کہ کیا یہی علمِ کلام کی مہارتِ تامّہ ہے یا محض آدھا ہی آدھا ہے؟ بُرا نہ مانیں کیا یہ کلمہ ہمارے بریلویوں کی طرح مخلوق کو متنفّر کرنیکی بنا پر نہیں نکالا گیا؟

ابلیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متنفر کرانیکی غرض سے اُس زمانہ کے لوگوں میں لفظ "صابی" کا رائج کر دیا تھا۔ جہاں یہ لفظ جسکے لئے مستعمل ہوا لوگ اُس سے کوسوں دور ہوجاتے تھے۔ ہمارے اہلِ حدیثوں سے متنفر کرنے کیلئے ابلیس لعین نے لفظ "وہابی" کا بریلویوں کے ذریعہ رائج کردیا۔ جہاں یہ لفظ مستعمل ہوا، آپ کی ہوا سے بھی دور نظر آئیں گے۔ علیٰ ھٰذا لفظِ امامیہ ہمارے اہلِ حدیثوں کی زبانی ابلیس لعین نے عبدالوہاب صدری کو آپ کی جماعت کیلئے مشہور کرادیا۔ جہاں یہ لفظ کسی نے سُنا، بس پھر صدر والوں کی ہوا سے بھی کوسوں دور نظر آنے لگے۔ اہلِ حدیثو! یہ تمہاری شان سے بعید ہے۔ آپ لوگوں کو یہ لائق نہیں۔ بات کہیں سے کہیں نکل گئی۔

آمدم برسرِ مطلب، مولانا ثناء اللہ صاحب کو حضرات میں نے اہلِ حدیث ہونے سے تو انکار نہیں کیا۔ صرف عقیدہ کے متعلق ہی میں نے لکھا ہے، کیا ایمان اور اسکی ضد جمع ہونا ایک شخص میں اصولاً ممنوعِ شرعی ہے؟ براہِ خدا کتاب الصلوٰۃ "امام ابن القیمؒ" ص۱۸۸ طبع ہند ملاحظہ ہو "فَصْلٌ وَهٰهُنَا اَصْلٌ اٰخَرُ وَهُوَ اَنَّ الرَّجُلَ قَدْ يَجْتَمِعُ فِيْهِ كُفْرٌ وَاِيْمَانٌ وَشِرْكٌ وَتَوْحِيْدٌ وَتَقْوٰى وَفُجُوْرٌ وَنِفَاقٌ وَاِيْمَانٌ وَهٰذَا مِنْ اَعْظَمِ اُصُوْلِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَخَالَفَهُمْ فِيْهِ غَيْرُهُمْ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ كَالْخَوَارِجِ وَالْمُعْتَزِلَةِ وَالْقَدَرِيَّةِ" پھر آپ فرماتے ہیں "وَقَدْ دَلَّ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَالسُّنَّةُ وَالْفِطْرَةُ وَاِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ وَقَالَ تَعَالٰى مَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ الخ" ایک ہستی میں ایمان اور شرک اور توحید اور تقویٰ اور فجور اور نفاق اور ایمان

جمع ہوتا ہے، اہلِ سنّت کا یہی عقیدہ ہے۔ البتہ بدعتی خوارج معتزلہ قدریہ کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

مولانا آروی صاحب! قدرے غور فرمائیں، ہمارے معزز علماء میرے کلام میں تضاد بیانی فرماتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ ہم نے مولانا امرتسری کو اُن کے ظاہری اعلان کی بنا پر مبارکباد دی ضرور دی تھی، مگر مولانا کا رویّہ تفسیر وغیرہ میں وہی قدیم رہا، اور اسی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔ لامحالہ ہمیں اظہارِ حقیقت لازمی امر تھا۔ مولانا امرتسری کا اعلان "صُلْحٌ عَلَى الدَّخَنِ" کی طرح تھا۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہے کہ مولانا امرتسری نے مؤتمر میں اقرار کیا تھا کہ میں ثانی ایڈیشن میں مسلک محدّثین کے موافق کردوں گا۔ ثانی ایڈیشن طبع ہوگیا، مگر کوئی اصلاح نہیں کی۔ قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد نے ۱۳۵۶ھ میں اپنی تحریر میں صاف لکھا کہ تفسیر ثانی میں "هِيَ عَيْنُ الْعِبَارَاتِ الْمُتَقَدِّمَةِ فِي التَّفْسِيْرِ الْاَوَّلِ الَّذِيْ صَرَّحَ الْمُصَنِّفُ فِيْهِ بِاَنَّهُ سَيَرْجِعُ عَنْهُ" اور فرماتے ہیں "هٰذَا الَّذِيْ مَشٰى عَلَيْهِ اٰخِرًا هُوَ عَيْنُ الْاَوَّلِ بِلَا رَيْبٍ" دوسری میں جو روش اختیار کی وہ بعینہ بلاشبہ روشِ اوّل ہی کی ہے۔ "وَافَقَ رَاْيَ اَهْلِ الْاِعْتِزَالِ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْمُؤَوِّلِيْنَ بَلِ الْمُحَرِّفِيْنَ" بلکہ معتزلہ وغیرہ مؤوّلین کی رائے بلکہ محرفین سے موافقت کی۔ پھر اس پر آپ فرماتے ہیں "وَالَّذِيْ نَعْتَقِدُ وَنَدِيْنُ اللّٰهَ بِهٖ اَنَّ صَاحِبَ الْعِبَارَاتِ الْمَذْكُوْرَةِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ، وَمَنْ سَمَّاهُ بِذٰلِكَ اَوْ نَسَبَ مَذْهَبَهٗ اِلَيْهِمْ فَقَدْ كَذَبَ عَلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ" ہمارا عقیدہ اور ہم جسے دینِ الٰہی قرار دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ مصنّفِ تفسیرِ اوّل و ثانی اہلِ سنّت سے نہیں۔ اور

جو اُسے اہلِ سنّت سے کہے یا اس کے مسلک کو اُن کی طرف نسبت کرے وہ جھوٹا ہے۔

میں چند عقائد مولانا ثناء اللہ صاحب کو ہمارے علمائے اہلِ حدیث کی خدمت میں معہ عقیدۂ اہلِ حدیث پیش کرتا ہوں، مولانا محمّد جونا گڈھی رح کے عقیدۂ محمّدی سے مقابلہ کرکے، اس کے بعد آپ صاحبان انصاف سے جو کچھ کہنا ہو کہیں۔

نمبر۱:- "اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ساتویں آسمان پر عرشِ عظیم کے اوپر ہے۔" (دیکھو عقیدۂ محمدی ص۷)۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کا عقیدہ "اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے ہر جگہ موجود ہے۔" (دیکھو اخبار اہلِ حدیث ۲۰ شعبان ۵۵ھ، فتاوٰی ثنائیہ ص۱۲۲ جلد۱ منقول از اہلِ حدیث ۱۳ جمادی الاولیٰ ۶۴ھ نوٹ:- میری مبارک بادی ۵۵ھ کی ہے۔ اور یہ تحریر مولانا کی ۶۴ھ کی ہے۔ مولانا کا اعلان عَلیٰ اَشْہَادِ النَّاس رہا کہ نہیں؟ مولانا آروی صاحب کا مقولہ "اِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا" قابلِ تحریر اب زد ہے۔ مجھ پر ترچھی نظر کی کوئی وجہ نہیں۔

نمبر۲:- عقیدہ اہلِ حدیث "پیدا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کو اپنے ہاتھ سے۔" (عقائد محمدی ص۸)۔ مولانا امرتسری کا عقیدہ "آدم کو میں نے اپنی قدرت سے بنایا۔" (دیکھو اُن کی تفسیر عربی)۔

نمبر۳:- عقیدہ محمدی "قرآن شریف اللہ کا کلام ہے غیر مخلوق، اور جو قرآن کو مخلوق کہے وہ جہمی ہے اور کافر ہے۔" (عقائد محمدی ص۱)۔ مولینا امرتسری کا عقیدہ "جسطرح رسولِ خدا علیہ السّلام خدا کے پیدا کئے ہوئے نور اسی طرح قرآن بھی پیدا کیا ہوا نور مخلوق ہے۔" (فتاوٰی ثنائیہ ص۴۳۲ ج۲)۔ یہ فتاوٰی

بتصحیح بیہقیِ زمان مولانا شرف الدین ہمارے مولانا رازؔ صاحب نے شائع کیا ہے۔

نمبر۴:- عقیدۂ محمّدی "ساتویں آسمان پر پانی ہے۔ اور پانی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اور عرش پر اللہ عزّ وجلّ خود ہے۔" (عقائد محمّدی صفحہ۷)۔ مولانا ثناء اللہ کا عقیدہ مولانا رازؔ کے قلم سے ملاحظہ ہو، قرآن شریف مترجم بترجمۂ ثنائی ص۳۷۴ سورہ طٰہٰ پ۱۶ حاشیہ ۲، ہمارے مترجم قدّس اللہ سرّہٗ نے یہاں ترجمہ یوں کیا ہے "جو رحمان ہے، دنیا کی حکومت پر تخت نشین ہے۔" نوٹ:- مولانا رازؔ لکھتے ہیں "یہ تاویل ترجمہ ہے۔" مولانا ثناء اللہ نے تفسیر کے ایڈیشن میں "اِستوٰی" کے معنیٰ استیلاء کے بھی بیان کئے۔ اور مشہور شعر ؎

قَدِ اسْتَوٰی بِشْرٌ عَلَی الْعِرَاقِ مِنْ غَیْرِ سَیْفٍ وَّدَمٍ مُّہْرَاقِ

کو استدلال میں پیش کیا، پھر آپ خلاصہ لکھتے ہیں "فَتَحَقَّقَ مِنْ مَجْمُوْعِ ذٰلِکَ اَنَّ مَنْ فَسَّرَ الْاِسْتِوَاءَ عَلَی الْعَرْشِ بِسَخْرِ الْمُلْکِ وَنَفْذِ اَحْکَامِہٖ عَلَی الْخَلْقِ مَا خَالَفَ السَّلَفَ۔" ان کے مضمون سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ جو اِستوٰی عَلَی العرش کے معنیٰ ملک کا مسخّر کرنا، یا احکام کا نافذ کرنے کے ساتھ کرے تو وہ سلف کا مخالف نہیں۔ "وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ" کے معنیٰ کئے "اَیْ حُکُوْمَتُہٗ۔" "اس کی حکومت پانی پر تھی۔" مولانا رازؔ صاحب ص۱۸۵ پ۱۶ ع۱۴ کے حواشی میں لکھتے ہیں "اہلِ حدیث نے اِستوٰی کے معنیٰ یہ لئے ہیں کہ عرش پر بلند ہوا یا بیٹھا یا چڑھ گیا یا جما، اور معتزلہ اور جہمیہ نے اسکی تاویل کی ہے کہ اِستوٰی سے مراد یہ ہے کہ عرش پر غالب ہوا۔" اور یہ اُنکی نافہمی ہے۔ مجھے کہنے دیجئے کہ معتزلہ اور جہمیہ بھی سلف ہی ہیں؟ مولانا رازؔ سورۂ حدید میں لکھتے ہیں

"اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی ذاتِ مقدّس اپنے عرش پر ہے۔ تمام سَلَفِ صالحین کا یہی اعتقاد ہے۔" پھر آپ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر مُترجِم مرحوم کا ترجمہ تاویل تھا۔ اسلئے ہم نے اسکو چھوڑ دیا۔ (ملاحظہ ہو ص ۶۴۴ پ ۲۷)۔

میں اپنے بھائیوں سے پُرزور اپیل کروں گا کہ اے صاحبان! مولانا جونا گڈھی کی کتاب "عقائدِ محمّدی" جو فی الحقیقت ترجمہ ہے کتاب السُّنّۃ کا، ملاحظہ فرماکر عقائدِ ثنائی سے توازن فرمالیں، اور مولانا محمد کے لکھنے پر جو کوئی ان عقیدوں میں سے کسی ایک کا بھی خلاف کرے، وہ مخالف بدعتی اور اہلِ سنت اور اہلِ حدیث سے خارج ہے۔ (ملاحظہ ہو عقائدِ محمّدی ص۲)۔

حضرات! ہمارے مولانا قمر بنارسی سلّمہٗ ربّہٗ نے پرچہ "اہلِ حدیث" یکم ستمبر ۵۷ء میں ص۱۶ پر ناظرین کو مخاطب فرماکر یہ اپیل دائر کی ہے کہ مولانا سامرودی سے دریافت کریں کہ ان تینوں اعلانات میں سے کون سا اعلان صحیح ہے۔ اپنے صفحہ ۱۵ میں بھی مجھ سے سوالات کئے ہیں۔ مگر وہ فرماتے ہیں "مولانا سامرودی کے کس اعلان کو صحیح سمجھا جاوے، ۳۹ء والے اعلان کو یا ۵۷ء والے اعلان کو"۔ پھر اپنے ہی نتیجہ نکالا کہ ۵۷ء والا غلط اور جھوٹ ہے۔ مولانا قمر صاحب اس صفحہ میں فرماتے ہیں کہ مولینا امرتسری کا ۴۸ء میں انتقال ہوا، ۳۹ء سے ۴۸ء تک مولانا امرتسری کی طرف سے کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی کہ جس کے سہارے یہ کہا جاسکے کہ مولانا سامرودی نے اپنے اس اعلان کو واپس لے لیا تھا، اور اس قسم کا کوئی اعلان مولانا سامرودی کی طرف سے نکلا تھا۔

مولانا قمر صاحب نے اپنے حضرت مولانا امرتسری کا رسالہ روٹری مظالم میں مظلوم امرتسری کو تو ضرور ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ یہ ۴۰ء ۱۷ مئی کا لکھا ہوا

ہے۔ یہ ثنائی برقی پریس میں طبع ہوا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۳ میں آپ فرماتے ہیں "میں کہتا ہوں کہ خدا جیسا کہ عرش پر ہے ویسا ہی زمین پر ہے۔" اور پرچہ "اہلِ حدیث" ص۴۵ جنوری ۴۶ء کو بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ اسمیں ایک سُرخی ہے "یادگارِ ماضی" اس کے محرّر حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب مدرّس مدرسہ جامعہ رائے دُرگ تھے۔ ان بے چاروں نے امام احمدؒ کا مقولہ "اَعْطُونِیْ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ اَوْ سُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ حَتّٰی اَقُوْلَ" پیش کر دیا تھا کہ مجھے قرآن و حدیثِ رسولؐ میں بتا دو قرآن کا مخلوق ہونا تو میں تسلیم کرلوں گا۔ اسپر شیرِ پنجاب نے للکارا، پھر آپ نے قرآن سے مخلوق ہونے کا ثبوت جو دیا ہے، وہ نہ قرآن سے ہے اور نہ ہی حدیث سے۔ فائل اٹھاکر دیکھ سکتے ہیں۔ دلیل بھی سُن لیں، وہ یہ ہے کہ میں فوراً کاغذ قلم دوات لیکر سورۂ فاتحہ لکھتا اور خلیفہ معتصم کے سامنے رکھکر کہتا "وَاللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا الْمَخْلُوْقُ"۔ یہ تھا جواب۔ اور امام بخاریؒ کی کتاب "خلق افعال العباد" سے اس جواب کے سیکھنے کی طرف نسبت فرمائی۔ آپ خلق افعال العباد بخاری کو ملاحظہ فرماکر انصاف کریں۔ "قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ فَاَمَّا الْمِدَادُ وَالْوَرَقُ وَنَحْوُہٗ فَاِنَّہٗ خَلْقٌ کَمَا اَنَّکَ تَکْتُبُ فَاللّٰہُ فِیْ ذَاتِہٖ ھُوَ الْخَالِقُ وَخَطُّکَ وَکِتَابَتُکَ مِنْ فِعْلِکَ خَلْقٌ"۔ "امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ روشنائی اور کاغذ وغیرہ یہ تو مخلوق ہیں، جیسے تم لفظِ اللہ کو لکھو تو اللہ اپنی ذات میں خالق ہے۔ اور تیرا خط اور یہ لکھنا تیرا فعل ہے، یہ مخلوق ہے"۔

امام بخاریؒ بندوں کے افعال کو مخلوق کہتے ہیں، اللہ کے کلام کو تو مخلوق نہیں کہتے۔ فتح الباری میں اسکی توضیح یوں فرمائی ہے "فَالْقِرَاءَۃُ وَالْحِفْظُ وَالْکِتَابَۃُ خَلْقٌ وَالْمَقْرُوْءُ وَالْمَحْفُوْظُ وَالْمَکْتُوْبُ لَیْسَ بِمَخْلُوْقٍ"۔

"پڑھنا" یاد کرنا اور لکھنا مخلوق ہے۔ اور لکھا ہوا، یاد کیا ہوا اور پڑھا ہوا مخلوق نہیں"۔ امام بخاریؒ بالوجہ الاتم ثابت کرکے بتایا کہ "حَرَكَاتُهُمْ وَاَصْوَاتُهُمْ وَكِتَابَتُهُمْ مَخْلُوقَةٌ فَاَمَّا الْقُرْاٰنُ الْمَتْلُوُّ الْمُبِيْنُ الْمُثْبَتُ فِي الْمَصَاحِفِ الْمَسْطُوْرُ الْمَكْتُوْبُ الْمُؤْتَمَنُ فِي الْقُلُوْبِ فَهُوَ كَلَامُ اللّٰهِ لَيْسَ بِخَلْقٍ"۔ حضرات! انصافاً فرمائیں کہ یہ مولانا امرتسری کے اعلان ۱۹۳۹ء کا نقص نہیں؟ مولانا امرتسری نے جن اہلِ علم حضرات کے نام سے انکار کیا ہے، کیا یہ بات جسے مولانا امرتسری نے کہا ہے، فرمایا ہے اس کے عقائد سے اُن کے عقائد کا موازنہ کرلیں؟ مولانا قمر صاحب! ارشادِ نبویؐ "حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ" بالکل صحیح ہے۔ یہ دونوں باتیں مولانا کے اعلان سے قبل کی ہیں یا بعد کی؟ آپ اپنی ایمانداری سے فرما دیجئے۔ سامرودی سے دریافت وسوال کی زحمت کی بھی کیا ضرورت ہے۔ اور اعلان کر دیجئے کہ سامرودی کا آخری اعلان غلط نہیں۔ خداوند آپ کو جزائے خیر دے۔ رجوع اِلی الحق معیوب نہیں۔

مولانا! اس سامرودی نے ایک مضمون خلق قرآن کے متعلق مولانا امرتسری کے اس تلوّن کے بعد ۱۹۴۶ء ۴ر فروری کا لکھا ہوا شائع کرایا تھا۔ نہ معلوم آپ کسی باغیچہ کی سیر وتفریح میں تھے۔ مولانا! میرے اس مضمون کا آخری مضمون بایں اسلوب تھا "مجھے یقین ہے کہ مولانا مدیر "اہلِ حدیث" سمجھ گئے ہوں گے اور آئندہ اس قسم کی ہرزہ سرائی اور اہلِ حدیثوں کی سمع خراشی اور عقائد کو زخمی کرنے سے احتراز فرمائیں گے"۔ ہمیں تو آپ کے اعلان سے بہت خوشی اور مسرّت ہوئی تھی کہ آپ نے پرچہ محمدی ۱۵ر اپریل ۱۹۳۹ء میں اعلان کیا تھا کہ میں وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو امام بخاریؒ کا ہے خلقِ قرآن

کے متعلق الخ۔ مولانا قمر صاحب اور جو بھی آپکے حواری ہوں انھیں آنکھیں کھولکر ان باتوں کو بنظرِ امعان ملاحظہ فرمانا چاہیئے۔ اور پھر گریباں میں مُنہ ڈالکر آئندہ انصاف سے کام لیں، بُرا نہ مانیں، اور بھی کان کھولکر سُن لیں، آنکھیں کھولکر خوب اچھی طرح دیکھلیں۔ حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب نے "الفقیہ" مؤرخہ ۱۴ر اپریل ۱۹۴۶ء کے جواب میں اپنے پرچہ میں لکھا ہے "ہمارے عقیدہ کی تشریح یہ ہے کہ رسُول علیہ السّلام خدا کے پیدا کئے ہوئے نُور ہیں، اسی طرح قرآن بھی خدا کا پیدا کیا ہوا نور مخلوق ہے"۔ (دیکھو فتاوٰی ثنائیہ ص۴۳۶ جلد۲)۔

مولانا قمر صاحب! یہ آپ کا مضمون آپکے اعلان ۱۹۳۹ء یکم مارچ کے بعد کا ہے۔ اوّل کا سوچ سمجھ کر فرمائیے۔ ہماری مبارک بادی ۱۹۴۶ء سے پہلے کی ہے یا بعد؟ جب آپنے سلف کی رَوِش کا اعلان دیا تو یہ بے جا رَوِش کیسی؟ کیا ہم ہی مُلزم ٹھہرے؟ مولانا سے کچھ نہیں کہہ سکتے؟ کیا یہی انصاف ہے؟ مولانا! ہم نے جب مولانا کو رنگ بدلتے دیکھا تب اُن پر تعاقب بھی گزٹ میں کیا تھا۔ مولانا قمر صاحب! یہ مضمون تو مولانا امرتسری کی وفات سے تخمیناً دو ہی سال قبل کا ہے، بلکہ امرتسر کا آخری زمانہ کہیئے۔ پھر تو انقلاب کا زمانہ آتا ہے۔ اب امرتسر چھوڑکر سرگودھا روانہ ہوگئے۔ اور ۱۹۴۸ء میں تو اس دنیائے فانی کو چھوڑ گئے۔ کیا ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۶ء تک ہماری طرف سے مولانا امرتسری اس کے متعلق کچھ گفت و شنید ہی نہ ہوئی تھی۔ آپکا سوال اسقدر بے معنیٰ ہے۔ مولانا! آپ تو ٹیچری ہی میں مشغول تھے۔ آپکو اس کوچہ کی کیسے خبر ہوتی؟ یا تو پھر آپکو نسیان حاوی ہوا، یا عارفانہ تجاہل سے کام کیا۔ آخر تو کچھ راز کی بات ہے۔ ہونی ہی چاہیئے۔ الخ

اہلِ حدیثوں کا خیر خواہ: ناچیز عبدالکبیر محمد عبدالجلیل
سامرودی کان اللہ لہٗ۔ مورخہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۵۸ء۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلمانوں کے

ایمان وعقائد

کو

بربادکرنے والا

ثنائی ترجمہ

اور اس کے اغلاط

از

شیخ الاسلام فاضل الاجل مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی رح

شائع کردہ

دارالکتاب والسنہ جماعت غرباء اہلحدیث، دہلی ۶

ملنے کا پتہ: مدرسہ محمدیہ ومسجد ۹۴ اے،
میمن واڑہ روڈ، ممبئی ۳

انور غازی سہاری باغوی ۲۰۰۵ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

برادرانِ مسلمان و اہلحدیث صاحبان

ثنائی ترجمہ والا قرآن شریف عقائد کو برباد کرنے والا ہے۔ تشفی کے لئے حضرت شیخ الاسلام فاضل الاجل مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی اَیَّدَاللّٰہُ بِنَصْرِہٖ کا یہ ٹریکٹ بنظرِ غائر مطالعہ کریں۔ مولانا سامرودی صاحب کو رآز وغیرہ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ صرف مسلمان اہلحدیث بھائیوں کی ہمدردی مقصود ہے۔ جب ثنائی ترجمہ کا پہلا ایڈیشن چھپا تھا اُسوقت بھی شیخ الاسلام نے اہلحدیث بھائیوں کی دینی خیرخواہی کی تھی۔ جس کی وجہ سے فاضلِ سامرودی صاحب پر چاروں طرف سے دل کے پھپھولے پھوڑے گئے تھے، اور خوب بُرا بھلا لکھا گیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ایک مقامات پر رآز صاحب نے اصلاح کی، مگر اُس ثنائی ترجمہ میں اب بھی ایسی بے شمار باتیں موجود ہیں جو مُخرّبِ عقائد مسلمان ہیں۔ جس کی اطلاع شیخ مذکور نے اس ٹریکٹ کے ذریعہ اپنے بھائیوں کو دی ہے۔ اسکو منگوا کر اپنے عقائد کی درستگی فرمائیں۔

صفحۂ ہستی پر اہلحدیثوں کی طرف سے جس قدر بھی ترجمہ شائع ہوں، انشاءاللہ اسی قدر اشاعتِ حق بھی ہوگی، مگر خدارا ایسا تو نہ کریں کہ بیچارے عوام غریب مسلمان خصوصاً اہلحدیثوں کے عقائد پر ڈاکہ زنی کی جائے، اور بجائے اصلاح و عقائد کی ترویج کے اُنکے عقائد کو برباد کیا جائے یہ کس قدر عظیم الشان جُرم ہے۔ عوام طبقہ کیا سمجھے۔ یہ بیچارے چراغ کے پروانے ہیں۔ اہلحدیث کا نام سُن کر جلنے مرنے کو تیار ہیں۔ خدارا اُن پر رحم فرما کر اُس ثنائی ترجمہ کے ذریعہ اُن کے ایمان کو برباد و ضائع نہ کریں۔ اُن کی گاڑھی کمائی پر ناجائز طریقہ سے ڈاکہ زنی نہ کرنی چاہیئے۔

عاجز ابو محمد عبدالواحد غفرلہٗ ولوالدیہ الغفار

نائب امیر جماعت غرباء اہلحدیث (دہلی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ اہلحدیث السلام علیکم!

مولانا رآز صاحب کا ثنائی ترجمہ سلفِ صالحین کے عقائد کے خلاف ہے۔

ہمارے اہلحدیث بھائی ثنائی ترجمہ والا قرآن شریف کے متعلق بیدار رہیں۔

رآز صاحب نے پہلے ایڈیشن میں ہماری گوشمالی کی بنا پر چار پانچ جگہ ترجمہ میں اصلاح کی ہے تاہنوز اب بھی کئی مقامات اس ترجمہ میں ایسے ہیں جو قابلِ اصلاح ہیں۔ ہمارے تمام مسلمان بھائی مطلع رہیں۔ ہم نے صرف آگاہی کی خاطر لوجہ اللہ ان مقامات کو مدلّل آپکے سامنے واضح کرنا اوّلین فرض تصوّر کیا، تاکہ ہمارے مسلمان بھائیوں کے عقائد میں خرابی واقع نہ ہو۔ نمبردار ملاحظہ کیجئے:-

نمبر ۱: آیت "اُسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ" ۔ رآز صاحب نے قدیم ایڈیشن میں ترجمہ کیا تھا "سب فرشتوں نے اُسے جھک کر سلام کیا" جدید ایڈیشن میں اصلاح یوں کی کہ "سب نے تعظیمی سجدہ کیا"۔ اگر اسی پر اکتفا کرتے تو بھی بہتر تھا، مگر قدیم و جدید دونوں ہی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قولِ واضح یہی ہے کہ یہ سجدہ اپنی ہیئتِ معروف کے ساتھ زمین پر پیشانی رکھنے کے معنیٰ میں تھا۔

محترم برادرانِ اسلام سجدہ دو معنوں میں آتا ہے، ایک سجدہ شرعی اور دوسرا سجدہ لُغوی ہے۔ سجدہ شرعی تو عبادت کیلئے زمین پر ماتھا ٹیکنا ہے۔ دوسرا لُغوی مطلق جھکنے کے معنیٰ میں ہے۔ قاضی ثناءاللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں: وَیَدُلُّ عَلٰی اِرَادَۃِ ھٰذَا الْمَعْنَی الشَّرْعِیِّ، رَوَاہُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ مِنْ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَرَأَ ابْنُ اٰدَمَ السَّجْدَۃَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّیْطَانُ یَبْکِیْ وَیَقُوْلُ یَا وَیْلَہٗ اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَہُ الْجَنَّۃُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَعَصَیْتُ فَلِیَ النَّارُ۔ یعنی اس سجدہ کے

شرعی ہونے پر صحیح مسلم اور مسند احمد کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث دلالت کرتی ہے جسکو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سجدہ والی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان اس سے دُور علیحدہ ہو کر روتا ہے اور کہتا ہے "مجھے ویل ہو، میرے لئے بربادی ہے کہ ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اُس نے سجدہ کیا جس سے وہ جنّت کا حقدار ہو گیا، اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا تو میں نے نافرمانی کی جسکی بناء پر میں آگ کا مستحق ہو گیا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ بقرہ کے تحت تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ روایتوں میں آیا ہے کہ دوزخ قیامت کے دن میدان میں حاضر کی جاویگی، اور آگ خوب تیزی کے ساتھ شعلہ زن ہوگی، اس زبردست ہول کے وقت مسلمان و کافر اور مخلص و منافق میں امتیاز کیلئے سجدہ ہوگا، خالص مسلمان کو سجدہ میسّر ہوگا، اور کافر و منافق جب بھی سجدہ کا ارادہ کریں گے اُن کی پیٹھ تختہ کے مانند ہو جائیگی۔ خطاب ہوگا "وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ" بس معلوم ہو گیا کہ یہ سجدہ وہی ہے جو کہ دوست اور دشمنوں اور مومن اور منافقوں کے درمیان مُعیّن ہو، ابتداء میں بھی اسی سے امتحان ہوا، آخر میں بھی اسی سے امتحان ہوگا۔ اس کے بعد صحیح مسلم کی مذکورہ سجدہ والی حدیث بیان فرمائی۔

قرآن شریف پ ۲۹ سورۂ قلم میں ہے "وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ" راز صاحب نے ص ۶۷۸ ج ۲۹ میں اس کا ترجمہ اسطرح کیا ہے "اور اُن کو سجدہ کرنے کو بُلایا جائے گا تو نہ کر سکیں گے"۔ اس کے حاشیہ میں صحیحین کی حدیث بھی بیان کی ہے۔ شاہ صاحب نے حقیقی سجدہ ماتھا ٹیکنے کو ہی فرمایا ہے۔ اس پر جس قدر بھی اعتراضات چسپاں ہوتے تھے اُن کے جوابات بھی عنایت فرمائے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر کے صفحہ ۲۹۳ جلد ۱۸ میں فرماتے ہیں کہ آدم کیلئے ملائکہ کے سجدے کی کیفیت میں اختلاف کیا گیا ہے، سجدۂ عبادت نہ ہونے

میں تو اتفاق ہے۔ جمہور کا تو یہی کہنا ہے کہ یہ سجدۂ ملائکہ زمین پر ماتھا ٹیکنے کے ساتھ تھا، جیسے نماز کے سجدے میں حسبِ معمول لفظِ سجود سے عرف ظاہر میں شرعاً بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ "كَانَ هٰذَا لِلْمَلَائِكَةِ بِوَضْعِ الْجِبَاهِ عَلَى الْأَرْضِ كَالسُّجُودِ الْمُعْتَادِ فِي الصَّلٰوةِ لِأَنَّهُ الظَّاهِرُ مِنَ السُّجُودِ فِي الْعُرْفِ وَالشَّرْعِ"۔ جن لوگوں نے اس کی نفی کی ہے وہ محض باعتبار لغت کے۔

ابوداؤد میں ہے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے حیرہ سے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے وہاں دیکھا ہے لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں، آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے صحابہؓ کو اپنے لئے سجدہ کرنے سے منع فرمادیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کی مسندِ احمد والی روایت کو مولانا راز صاحب نے بھی اپنے حاشیہ میں نقل کیا ہے۔ مولانا راز ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ کس سجدہ کیلئے اجازت طلب کی تھی۔ شریعتِ مطہرہ میں جہاں کہیں بھی لفظِ سجدہ کرنے اور نہ کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے اُس جگہ شرعی سجدہ مراد ہوتا ہے یا انحناء؟ یہ لفظ کسی ایک جگہ بھی وارد نہیں ہوا ہے، تفسیر نیشاپوری ص ۲۴ ج ۱ اور تفسیر ابن جریر میں ہے "أَصَحُّ الْأَقْوَالِ أَنَّ السُّجُودَ كَانَ بِمَعْنَى وَضْعِ الْجَبْهَةِ"۔ یعنی تمام اقوال میں اصح یہی بات ہے کہ سجود وضعُ الجبہہ کے معنی میں ہے۔ معلوم ہوا کہ راز صاحب نے جو صفحہ ۱۰ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ قولِ اصح یہی ہے کہ یہ سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کے معنی میں تھا ہی نہیں بلکہ صرف جھکنے کے معنی میں تھا، یہ راز صاحب کا مکھی پر مکھی مارنا ہے۔ جیسا کہ مولوی ثناء اللہ نے تفسیر مدارک کی تقلید میں لکھ دیا تھا۔ مدارک والے نے ابن عباسؓ سے یہ معنی ضرور نقل کیا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ اسکی تردید بھی کر دی ہے۔ اصل عبارت مدارک کی یہ ہے "اُسْجُدُوا لِآدَمَ" کے تحت "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كَانَ ذٰلِكَ انْحِنَاءً وَلَمْ يَكُنْ خُرُورًا عَلَى الذَّقَنِ وَالْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ الْمَأْمُورَ بِهِ وَضْعُ الْوَجْهِ عَلَى الْأَرْضِ"۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ انحناء تھا، ٹھوڑی کے بل گرنا نہ تھا، مگر جمہور

کہتے ہیں کہ مامور بہ زمین پر ماتھا ٹیکنا ہے۔

میرا دعویٰ ہے کہ ابن عباسؓ سے انحنار کی کوئی روایت سجودِ ملائکہ میں وارد نہیں ہے۔ البتہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں سُجَّدًا کے معنیٰ رُکَّعًا سے ضرور آئے ہیں مگر وہ بھی صحیح نہیں، یا صرف اُن کی رائے ہے جو قابلِ حجت نہیں۔ سورۂ حجر میں لفظ "فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ" کا فارسی ترجمہ شاہ صاحب بایں اسلوب فرماتے ہیں "پس اُفتید پیش اُو سجدہ کناں"۔ شاہ رفیع الدین صاحب اس کا ترجمہ فرماتے ہیں "پس گر پڑو اُس کے آگے سجدے میں"۔ قَعُوْا صیغۂ امر ہے وَقَعَ یَقَعُ سے۔ بیضاوی، جامع البیان اور جُمل میں اس کے معنیٰ بایں اسلوب بیان کئے ہیں "اَیْ سَقَطُوْا وَخَرُّوْا" گر پڑے۔ معلوم ہوا کہ جو معنیٰ آزصاحب نے کئے ہیں وہ غلط محض تقلیدی ہیں۔ اہلحدیثوں کے خلاف۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے "وَسَجَدُوْا لَكَ مَلٰٓئِكَةُ" اللہ میاں نے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ یہ نہیں آیا کہ ملائکہ کو تیرے سامنے جھکنے کا حکم دیا تھا۔ اللہ پاک نے ملائکہ سے کہا تھا "اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ" ملائکہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اللہ پاک نے بیان فرمایا "فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ" دوسری جگہ ہے "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ" تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اس تقلید کے ذریعہ خدا کی غرض وغایت اور اس کے دلی بھید کو پہنچ گئے، اور اس کے راز سے بھی آگاہ ہو گئے۔ اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ خدا کی غرض ماتھا ٹیکنے والے سجدہ کی نہیں تھی بلکہ صرف جھکانا مقصود تھا۔ اگر خدائی راز کو ظاہر کرنا مقصود نہ تھا تو پھر یہ بتاؤ کہ خدا کے نبیؐ نے کس جگہ فرمایا ہے کہ سجدۂ ملائکہ میں زمین پر ماتھا ٹیکنا نہ تھا۔ خداوندی اصطلاح میں انحنار کا نام سجدہ نہیں ہے۔ اسی لئے مفسرین نے ایک سجدہ شرعی بتایا ہے اور ایک لغوی۔ یہاں شرعی سے کونسی چیز مانع ہے۔ صرف قوانینِ مخترعہ یا صرف نیچرل اور بس۔ بنی اسرائیل کو "اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا" کہا تھا۔ کیا یہ انحنار نہیں کر سکتے تھے۔ جھکے جھکے چلنا کچھ مشکل تھا، ہرگز نہیں۔ البتہ انھیں سجدہ کی حالت میں چلنا بھاری نظر آیا تو اُس کی جگہ چوتڑوں کے بَل کھِسکتے کھِسکتے داخل ہوئے۔

صحیح بخاری میں ہے "فَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰٓى اَسْتَاهِهِمْ" راز صاحب مولوی ثناء اللہ کی تقلید میں یوں ترجمہ کرتے ہیں "دروازہ میں بعاجزی جھکتے ہوئے داخل ہوئے"۔ صفحہ ۱۱ جدید ایڈیشن میں لکھتے ہیں "شہر کے دروازہ میں بعاجزی جھکتے ہوئے داخل ہونا" مگر بنی اسرائیل نے تو راز کا کہنا نہیں کیا۔ راز کہتے ہیں "دروازہ میں بعاجزی جھکتے ہوئے داخل ہوئے"۔ بخاری میں ہے "دروازے میں چوتڑوں کے بَل کھِسکتے کھِسکتے داخل ہوئے"۔ ببیں تفاوت رہ از کُجا تا بہ کُجا۔ اب ایمان داری سے فرمائیے کہ بخاری شریف میں جو ہے وہ صحیح ہے یا راز صاحب کا لکھا ہوا صحیح ہے؟ اہلحدیث کا مسلک کیا رہا ہے؟

نمبر ۲:- ترجمہ ثنائی صـ ۸۵ آیت "حَتّٰى تَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ" میں اس طرح ترجمہ کیا ہے "وہ ہمارے پاس سوختنی قربانی نہ لاوے جس کو آگ جلاوے"۔ راز نے حاشیہ ۲ میں لکھا ہے کہ یہود ی جانوروں کی قربانی کر کے اُن کا گوشت آگ میں جلا دیا کرتے تھے۔ حوالہ توریت کی تیسری کتاب احبار کی پہلی فصل۔ راز نے مولوی ثناء اللہ کی تقلید میں یہ ترجمہ کیا ہے جو تمام اہلحدیثوں کے خلاف ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب یوں ترجمہ کرتے ہیں "یہاں تک کہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جاوے اس کو آگ"۔ یہ ترجمہ ہے مولانا شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کے فارسی ترجمہ کا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "تا آنکہ بیارد مارا قربانی کہ بخورد اُو آتش"۔ شاہ صاحب اس کے حاشیہ میں یوں تشریح فرماتے ہیں "گوسفندیکہ از غیب آتش اُو را بر دارد"۔ ثنائی ترجمہ کا راز صرف اس قدر ہے کہ آسمان سے کوئی آگ نہیں آتی تھی بلکہ وہ خود آگ پر بھینٹ کرتے تھے، آگ اس کو جلا دیتی تھی۔ مولانا شاہ عبدالقادر موضح القرآن میں لکھتے ہیں! "بعض رسولوں سے یہ معجزہ ہوا تھا کہ کچھ چیز اللہ تعالیٰ کی نیاز رکھی، پھر آسمان سے آگ آئی، اس کو کھا گئی۔ بس وہ مقبول ہو گئی۔

برادرانِ اہلحدیث!

اس معجزہ میں خاص ایک خصوصیّت ہے، آگ جلانے میں کیا خصوصیّت؟ یہ جلانا تو اس کا خاصہ ہی ہے۔ مولوی ثناء اللہ نے نیچریوں کی اس جگہ موافقت کی ہے۔ وہ معجزہ کے قائل نہیں۔ اس بات کے بنانے کی بنا پر توراۃ کی ایک کتاب کا حوالہ بھی لکھ دیا۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب کو صرف اس پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے تھا۔ توراۃ پوری ٹٹول ڈالتے پھر حکم نافذ کرتے۔ سُنئے صاحب! یہی تورات، یہی اخبار (تواریخ) قسمِ اوّل، فصل ۲۱ آیت ۲۶ طبع قدیم عربی ص۲۹۶ میں ہے "نَزَلَتْ نَارٌ وَاَكَلَتِ الذَّبَائِحَ" یعنی آگ اتری اور قربانی کو کھا گئی۔ تورات کتاب سلاطین قسمِ اوّل، فصل ۱۸ ص۲۰۳ میں ہے "فَوَقَعَتْ نَارٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اَكَلَتِ الْقُرْبَانَ" یعنی خدا کی طرف سے آگ واقع ہوئی اور قربانی کو کھا گئی۔ اور کتاب احبار، فصل ۹، آیت ۲۴ ص۷۳ میں ہے "بِاَنْ خَرَجَتْ نَارٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَاَكَلَتْ" اللہ کی جانب سے آگ نکلی، پس وہ کھا گئی۔ اب میں مسلمان بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ ثنائی ترجمہ میں جو لکھا ہے وہ قرآن شریف کے موافق ہے یا وہ جو ہم نے تورات سے لکھا ہے قرآن شریف کا مؤیّد اور فصیح ہے؟ مولانا ثناء اللہ صاحب نے زبردست غلطی کی ہے کہ نیچریوں کی بنا پر ایک معجزہ کا انکار کر دیا۔ اگر تورات پر ہی عبور فرماتے تو اس معجزہ کے انکار کی جرأت نہ ہوتی۔ اور نہ ہی رازؔ صاحب اس قدر سنگین جرم کا ارتکاب کرتے۔ مزید تسلی اور تشفی کیلئے تورات کتاب الاخبار والایام (تواریخ) قسمِ ثانی، فصل ۷ آیت ۱ میں ملاحظہ ہو "وَلَمَّا تَمَّ سُلَيْمَانُ صَلٰوتَهٗ نَزَلَتْ نَارٌ مِنَ السَّمَاءِ وَاَكَلَتِ الذَّبَائِحَ" یعنی حضرت سلیمان علیہ السّلام نماز سے فارغ ہوئے تو آگ آسمان سے اتری اور قربانی کو کھا گئی۔ اِن منصوصاتِ تورات کے ہوتے ہوئے قرآن شریف کی ایک اٹل بات کو آخر جھٹلانا یہ بھی تو کسی راز سے خالی نہیں ہونا چاہیئے۔

نمبر ۳:- ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص۱۰۴ سورہ نساء آیت "نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا

ظَلِيْلًا" کا ترجمہ کیا ہے "ہم اُن کو دائمی عیش میں داخل کریں گے"۔ اور ص۶۴۱ سورۂ واقعہ آیت "وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ" کا ترجمہ اسطرح کیا ہے "اور بڑی نعمتوں میں"۔ اس ترجمہ میں نفسِ سایہ سے انکار ہے، وہاں سایہ کیسا؟ سایہ تو جہاں سورج ہو وہاں ہوا کرتا ہے۔ جب سورج نہیں تو سایہ بھی نہیں۔ یہی تفصیل مولانا نے اپنی تفسیر عربی میں بیان کی ہے۔ شُبہ ہو تو دیکھ لیں۔ پھر مجھے مورِدِ عتاب قرار دیں۔

میرے محترم برادرانِ اہلحدیث صاحبان! اَب اپنی مایہ ناز کتاب اَصَحُّ الْکُتُب بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہ صحیح بخاری شریف کو لیجئے، کتاب التفسیر سورۃ الواقعہ کی آیت "وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ" کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنّت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ تلے سوار سو برس بھی چلا یا جائے تو ختم نہ ہو"۔ تمہیں یقین نہ ہو تو پڑھو ارشادِ باری تعالیٰ "وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ" "سایہ دراز" یہ صحیح بخاری کی صفت جنّت میں بھی مذکور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنّت میں "سایہ" کا ہونا ثابت فرمادیں، اور مولوی ثناء اللہ صاحب اُس کا انکار کریں۔ اور ہمارے رازؔ صاحب اُس ترجمہ کو اہلحدیثوں کے رازوں میں شمار فرماویں۔ جائے تعجّب نہیں تو اور کیا تصوّر کیا جاوے۔

میرے معزّز برادرانِ اہلحدیث! مجھے کہنے دیجئے کہ یہ ترجمہ اہلحدیثوں کا نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فارسی ترجمہ میں فرماتے ہیں "سایۂ دراز"۔ شاہ رفیع الدین صاحب ترجمہ فرماتے ہیں "چھاؤں لمبے"۔ جس ترجمہ سے حدیث نبوی کی بھی تصدیق ظاہر ہو رہی ہے۔ اس ثنائی ترجمہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جھٹلا دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ الخ۔

نمبر ۴:- ترجمہ ثنائی ص۱۷۰ سورۃ انعام آیت "وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ" اسکا ترجمہ "تیرے رب کے فیصلے صدق اور عدل سے بھرپور ہیں، کوئی دوسرا اُسکے حکم کو بدلنے والا نہیں"۔ اور ص۲۱۲ سورۃ انفال، ع ۱ آیت "وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ" کا ترجمہ کیا "اپنے حکم سے دینِ حق کو مضبوط کرے"۔ اور ص۲۵۸ آیت "لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِهٖ" کا ترجمہ کیا

"اللہ کے حکموں کی تبدیلی ممکن نہیں"۔ اور ص۳۶۵ آیت مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي" کا ترجمہ "میرے پروردگار کی معلومات اور مقدورات کیلئے سیاہی"۔ اور "قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي" کا ترجمہ کیا "پہلے اس سے کہ میرے پروردگار کی معلومات اور مقدورات ختم ہوسکیں"۔ اور ص۴۹۵-۹۶/۲۱ سورۂ لقمان ع۳ "مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ" یہاں کلمات کا ترجمہ بحال رکھتے ہوئے بریکیٹ میں وہی اپنے راز کا اظہار کیا "(کیونکہ یہ سب متناہی ہیں اور معلوماتِ الٰہی غیر متناہی)"۔ غرض ان مقامات کے علاوہ تمام جگہوں میں کلمات کے معنیٰ لفظِ حکم و معلومات اور مقدورات سے ہی کئے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کی تفسیر عربی ص۲۶۵/۲ سطر ۱۰ میں ملاحظہ ہو "لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ اَیْ مَعْلُوْمَاتِهٖ وَمَقْدُوْرَاتِهٖ سُبْحَانَهٗ" مولوی ثناء اللہ صاحب کلام نفسی کے قائل ہیں خدا کے کلام کیلئے نہ ہی حروف ہیں اور نہ ہی آواز، بلکہ قائم بذاتہٖ کے معتقد ہیں۔ اس وجہ سے اُن کو مقدورات اور معلومات وغیرہ سے تاویل کرنی پڑتی ہے۔ قربان جایئے! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر انھوں نے صحیح بخاری کے آخری حصہ کتاب الرد علی الجہمیہ ص۱۰۹۶/۲ میں خوب پیٹ بھر کر تردید کی ہے۔ اور انھیں آیتوں پر باب قائم کرکے ثابت کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے کلمات ہیں۔ اور اس کا کلام کرنا ثابت ہے۔ اس کے کلام کیلئے حروف اور اصوات بھی ہیں۔ شاہ رفیع الدین صاحب نے "مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ" کا ترجمہ اسطرح کیا ہے کہ "نہ نبڑیں باتیں اللہ کی"۔ شاہ صاحب فارسی ترجمہ کرتے ہیں "بہ پایاں نہ رسند سخنانِ خدا"۔ صرف معلومات سے ترجمہ کرنا صحیح نہیں۔ "سخنانِ خدا" اور "باتیں" یہ سب معلومات ہی پر مترتب ہیں۔ قرآن شریف بھی خدا کا کلام ہے۔ تورات، انجیل، زبور یہ بھی تو خدا ہی کے کلمات اور معلومات کا مظاہرہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو ترجمہ کیا ہے وہ غرضِ فاسد کی بنا پر کیا ہے۔ "كَلِمَةُ حَقٍّ وَّلٰكِنْ اُرِيْدَ بِهِ الْبَاطِلُ"۔ آپ نے معلومات اور مقدورات کی اوٹ میں خدا کے کلام کا انکار کیا ہے۔ کلام میں حرف و صوت ہوا کرتے ہیں۔ اگر انکار نہ ہو تو پھر اُس کی صورت ہی کون سی ہونی چاہیئے۔ کیوں اُسے تجویز کیا؟ یہ تو شیوہ

جہمیہ منکرینِ کلام و معتزلہ کا تھا۔ آپ بھی اُسی رَو میں بہہ پڑے۔ معتزلہ جہمیہ "کلمہ" کے معنی حکم اور فیصلہ جات ہی کے کرتے ہیں۔ یہی ہمارے مولانا ثناء اللہ صاحب نے ترجمے کئے نیچریت اور تجہّم اور روافض کو الحد ثیوں میں داخل کرکے اُن کے عقائد کو فاسد کردیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

نمبر۵:- آیت "وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا" کا ترجمہ جدید ایڈیشن ص۲۰۹/۴ ع۲۴ سورۂ اعراف میں ثنائی ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے "تم کو ایک جان آدم سے پیدا کیا، اور اسی کی جنس سے اسکی بیوی بنائی"۔ اس جگہ "مِنْهَا" کا ترجمہ جنس سے کیا ہے۔ جنس سے کرنیکی اصل وجہ یہ ہے کہ معتزلہ وغیرہ فِرَقِ باطلہ بی بی حوّا کی آدم علیہ السلام سے تخلیق کے منکر ہیں۔ سب سے پہلے اسکا مُخترع ابو مسلم اصفہانی معتزلی ہے۔ اس سے پہلے تمامی اہلِ علم اور مفسرین بی بی حوّا کی آدم سے پیدائش کے قائل تھے۔ اُس نے "مِنْهَا" کا ترجمہ جنس سے کیا۔ تفسیر رازی کا مختصر نیشاپوری اوائل سورۂ نساء میں لکھتے ہیں "اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ بِالنَّفْسِ الْوَاحِدَةِ هٰهُنَا اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حَوَّاءَ فِيْ ضِلْعٍ، وَقَالَ اَبُوْ مُسْلِمٍ الْمُرَادُ خَلَقَ مِنْ جِنْسِهَا زَوْجَهَا لِقَوْلِهٖ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا" وَلِاَنَّهٗ تَعَالٰى قَادِرٌ عَلٰى خَلْقِ حَوَّاءَ مِنَ التُّرَابِ، فَاَیُّ فَائِدَةٍ مِّنْ خَلْقِهَا مِنْ ضِلْعٍ مِّنْ اَضْلَاعِ اٰدَمَ؟ فَالْجَوَابُ اَنَّ اٰدَمَ لَوْ كَانَ كَمَا ذَكَرَهُ اَبُوْ مُسْلِمٍ الخ"۔ ابو مسلم معتزلی کا کہنا یہی تھا کہ نفسِ واحد سے پیدا کرنیکی کیا ضرورت؟ کیا اللہ تعالیٰ اس جیسی ہستی بنا نہیں سکتا تھا۔ اسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جنس کے معنیٰ کئے۔ امام رازی نے بھی یہی لکھا ہے کہ سب سے پہلے اُسی نے یہ معنیٰ ایجاد کئے، چونکہ یہ ایک معتزلی تھا۔ ہمیں تعجب تو ثنائی ترجمہ والے حضرت پر اس امر کا ہے کہ سورۂ نساء میں تو ترجمہ جنس کا نہیں کیا، بلکہ حاشیہ میں آدم سے حوّا کی پیدائش کی حدیث بھی بیان کردی۔ مگر سورۂ اعراف میں راز فراموش کرگئے۔ وہی لکیر کے فقیر ثنائی رَو میں بہہ نکلے، اور لفظِ جنس سے ترجمہ کر ڈالا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

برادرانِ اہلحدیث بیدار رہیں کہ جنس کے ساتھ ترجمہ معتزلہ لوگوں کا ہے، اہلحدیثوں کا ہرگز نہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ پہلی صورت میں صحیح ترجمہ کیا، اور یہاں آکر جنس سے ترجمہ کیا۔ کیا راز ہے؟ خدا ہی کے حوالہ کرتا ہوں۔ تقلید بڑی بُری اور منحوس چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس منحوس تقلید سے پناہ میں رکھے۔ (آمین)

نمبر ۶:- شنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص ۲۷۶/۱۲ آیت "جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا" کا شنائی ترجمہ سورۂ ہود میں اسطرح کرتے ہیں "اس بستی کی اوپر کی جانب کو ہم نے پست کر دیا"۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس بستی کو اُلٹ نہیں دیا تھا، صرف اسکی چھت زمین پر گرادی، جیساکہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے اپنی عربی تفسیر طبع جدید کے ص ۱۶۳ میں لکھا ہے "اَسْقَطْنَا سَقْفَ بُيُوْتِهِمْ عَلَيْهِمْ" ہم نے اُن کے گھروں کی چھتوں کو گرادیا۔ حضرت شاہ صاحب نے فارسی ترجمہ اسطرح فرمایا ہے "ساختیم زبر آں دیہا را زیر آں"۔ اور شاہ رفیع الدین صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے "کیا ہم نے اوپر اُس کا نیچے اُس کے"۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماسکتا تھا "اَسْقَطْنَا عَلَيْهِمْ سَقْفَ بُيُوْتِهِمْ" جیسے سورۂ نحل ع ۳ میں نمرود کی عمارت کے متعلق فرمادیا ہے "فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ" اُن پر اُن کے گھر کی چھت گر پڑی حالانکہ لوطیوں ہی کی بستی اُلٹی ہوئی مشہور ہے۔ جیسے سورۂ توبہ پارہ ۱۱ میں "وَالْمُؤْتَفِكٰتِ" کا شنائی ترجمہ ص ۲۳۶ میں ہے "دیکھو اُلٹی ہوئی بستیوں کو گرادیا"۔ اور سورۂ حاقہ میں بھی "وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ" کا شنائی ترجمہ ص ۶۷۹ پر یہ ہی ہے "اُلٹی ہوئی بستیوں والے"۔ ان سب ترجموں سے ظاہر ہوگیا کہ خداوندِ کریم نے اُلٹی ہوئی بستیوں کو گرایا تھا۔ ویسے ہی گرانا مقصود نہیں۔ "وَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا" کا شنائی ترجمہ جو تقلیدی طور پر کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اِستبعادِ عقلی کی بناء پر مطلق چھت کے گرانے پر اکتفا کیا، مگر راز صاحب نے باوجود اِس جاننے کے کہ اللہ تعالیٰ نے اُلٹی ہوئی بستیوں کو اُوپر سے گرایا تھا پھر اندھی تقلید کی ہے۔ اس کا کیا کیا جائے۔ ہر خدا

ہی سمجھے۔ تقلید آدمی کو اندھا بہرہ سب کچھ کر دیتی ہے۔ اللہ ہی تقلید سے بچائے۔

نمبر ۷:- جدید ایڈیشن شنائی ترجمہ سورۂ یوسف ص ۲۸۰/۱۲ آیت "وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهٖ" کا ترجمہ یہ کیا ہے "اس عورت کے کُنبے میں سے ایک شخص نے یہ بات بتائی"۔ ہم نے مانا کہ لوگوں نے "شَهِدَ شَاهِدٌ" میں اختلاف ضرور کیا ہے، مگر مستدرک حاکم میں صحیح علیٰ شرط الشیخین جسے امام ذہبیؒ نے منظور کر رکھا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مسندِ احمد و بزّار و صحیح ابن حبّان و حاکم و تفسیر ابن جریر میں مرفوعاً وارد ہے "لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا اَرْبَعَةٌ" چار بچّوں نے گہوارہ میں کلام کیا ہے۔ اسی روایت میں شاہدِ یوسف علیہ السّلام کو بھی ذکر کیا ہے۔ مناویؒ نے اس حدیث کو شرح جامع الصغیر کی ہر دو شرحوں میں اور امام سیوطیؒ نے جامع الصغیر میں صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری ص ۲۴۴/۶ اُن روایتوں کو ذکر کیا ہے جو (ببانگِ دُہل) للکار کر بتا رہی ہیں کہ یوسف علیہ السّلام کی گواہی دینے والا "بچّہ" تھا۔ حضرت مجاہد، قتادہ، حسن بصری رحمہم اللہ کا قول ہے کہ "ڈاڑھی والا اور میکے والی" روایت محدّثین کے نزدیک مرفوع کے ہوتے ہوئے قابلِ قبول نہیں۔ کلامِ الٰہی کی تفسیر فرمانِ مصطفویؐ سے ہونی چاہیئے نہ کہ آحادِ اُمّت کے اقوال سے۔ وہی آحادِ امت سے استناد کر سکتا ہے جو اپنی غرضِ فاسد کی تردید کرنا چاہتا ہو، یا اُسے مرفوع حدیثِ نبوی نہ پہونچی ہو۔ مولینا ثناء اللہ صاحب بچّوں کے کلام کو محال تصوّر کرتے تھے۔ جیسے دیگر ارباب اہل کلام اور معتزلہ اور نیچری۔ تعجّب تو اِس اَمر کا ہے کہ شنائی ترجمہ والے نے ابن جریر سے شاہدِ یوسف کا بولنا برابر ذکر کیا ہے۔ مگر راز صاحب اندھی تقلید کی رَو میں بہہ نکلے۔ اس میں بھی کچھ راز ہونا چاہیئے۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے "اس عورت کا ناطے دار ایک لڑکا دودھ پیتا بول اٹھا"۔ تفسیر وجیز میں جامع البیان والے لکھتے ہیں "رَوَى سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ شَاهِدَ يُوْسُفَ طِفْلٌ تَكَلَّمَ" یعنی سعید بن جبیر

نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً بیان کیا کہ یقیناً یوسف علیہ السلام کا شاہد بچہ تھا جس نے کلام کیا۔

نمبر۸:- ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص۲۹۵/۱۳ ع ۱۱ر سورۂ یوسف آیت "خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا" میں لکھتے ہیں "سب اُس کے آگے سجدہ میں گر گئے (یعنی آداب محبری بجالائے اور پھر عاجزانہ سلام کیا)"۔ قدیم ایڈیشن ص۲۹۵/۱۳ میں یوں ترجمہ کیا تھا "اور بھائی اس کے سامنے آدابِ محبری بجالائے (یعنی عاجزانہ سلام کیا)"۔ ترجمہ ثنائی جدید میں قدرے اصلاح کی، مگر اور لکھدیا کہ "سجدہ میں گر گئے"۔ یہاں تک تو درست تھا، اس کے آگے بریکیٹ میں وہی پرانی چال کو بگاڑ کر لکھدیا "آدابِ محبری بجالائے اور پھر عاجزانہ سلام کیا"۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ سجدہ میں تو گر چکے تھے، اور پھر عاجزانہ سلام کیا، یہ دوبارہ کیا؟ بس راز نے اپنی علمی لیاقت کا مظاہرہ کر دیا۔ سچ ہے "جھوٹ بھی ایک ہُنر ہے"۔ مثل ہے "وہ سونا کس کام کا جس سے ٹوٹے کان"۔ کسی نے کہا "جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ"۔ جاٹ کہتا ہے "تیرے سر پر کو لہو، وزن کی کیا ضرورت، بوجھ تو کھاٹ سے کو لہو میں زیادہ ہے"۔ راز صاحب نے کسی طرح بات تو نبھائی ہی تھی، ورنہ مولانا ثناء اللہ صاحب کی روح لعنت نہ بھیجتی۔ یک نہ شد دو شد۔ ایک تو کریلا کڑوا ہی تھا پھر نیم چڑھا۔ پہلا ثنائی ترجمہ غلط تھا پھر دوسرے جدید ایڈیشن میں ایک اور بات پیدا کر دی کہ سجدہ کے بعد عاجزانہ سلام بھی کیا۔ مولانا ثناء اللہ اس بات کو بھول گئے تھے۔ اچھا ہوا کہ راز صاحب نے یاد دلایا۔ مگر کیا اچھا ہو کہ ان کی قبر پر تشریف لے جا کر اُن کو بھی تلقین کر آئیں۔ اللہ اکبر۔

نمبر۹:- ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص۳۶۵/۶ سورۂ کہف ع ۱۱ر آیت "مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ" کا ترجمہ کرتے ہیں "میرے پروردگار کی معلومات اور مقدورات کیلئے سیاہی بن جائیں"۔ کلمات کا ترجمہ معلومات اور مقدورات سے کیا ہے۔ یہ ترجمہ اہلحدیثوں کا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ معتزلہ، جہمیہ متکلمین جو کلامِ الٰہی کے منکر ہیں، وہ معلومات اور مقدورات سے کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے فارسی ترجمہ "سخنانِ پروردگار" کیا ہے۔

شاہ رفیع الدین صاحب "میرے پروردگار کی باتیں" ترجمہ کرتے ہیں۔ یہ کتنا نفیس ترجمہ ہے۔ مگر جدّت پسندی اور تقلید کا خدا ناس کرے۔ راز صاحب تو کلمات کے منکر نہیں، متکلمین، معتزلہ کے یہاں روا نہیں، اسلئے انھیں معلومات اور مقدورات سے تاویل کرنی پڑتی ہے۔ راز صاحب کو صحیح مسلک سے منحرف نہ ہونا چاہیئے تھا، مگر بیچارے کیا کریں نام پر مرتے ہیں۔ ثنائی ترجمہ جو کہلایا، اسکی بھی تو کچھ لاج ہی رکھنی چاہیئے۔ خدا ہی سمجھ دے۔

نمبر۱۰:- ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص۴۳۵/۱۱ ع ۳ر سورۂ فرقان، آیت "اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ" کا ترجمہ کیا ہے "جو لوگ مونہوں پر جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے"۔ مولانا ثناء اللہ کی تقلید میں کرتے ہیں۔ مگر اس کے فائدہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحیح بخاری والی مرفوع روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیونکر حشر کیا جائے گا، کافر منہ کے بل، دن قیامت کے؟ تو آپ نے فرمایا جس نے اسکو چلایا اس کے دونوں پیروں پر، وہ قادر ہے کہ اسکو چلائے منہ کے بل قیامت میں۔ گویا یہ حدیث "اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ" الآیۃ کی تفسیر ہے۔ فرمایئے! کیا اسی کا نام جاگتے مُوتنا نہیں؟ کیا یہ جائے تعجب نہیں؟ حدیث کو آیت کی تفسیر تسلیم کرتے ہوئے پھر بھی ترجمہ لفظ "گھسیٹے" کے ساتھ کرنے میں کتنے شہیدوں کا ثواب ملنے والا ہے؟ حدیث کو چھوڑ کر مولوی ثناء اللہ کی بات کو قائم کیا۔ مولوی ثناء اللہ کے نزدیک تو یہ محالِ عقلی ہے جسکی بنا پر انھوں نے اس پہلو سے انکار کیا۔ مگر راز صاحب کو تو حدیث تسلیم ہے، پھر مولوی ثناء اللہ کے پیچھے کیسے ہو لئے۔ نبی علیہ السلام کے فرمان کو چھوڑ کر کیا اہلحدیث کا یہی طریقہ ہے؟ اور ہاں ہونا بھی یہی چاہیئے؟ امام بخاریؒ نے بھی کتاب التفسیر میں اسی مرفوع حدیث سے اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ خدا نیک توفیق بخشے۔

نمبر۱۱:- ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص۵۴۱ سورۂ فاطر رکوع ۲ر میں آیت "اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ" کا ترجمہ اسطرح کیا ہے "پاک کلمات اسی کی طرف جاتے ہیں"۔

یہ ترجمہ تو صحیح ہے۔ مگر اُس کے حاشیہ پر ثنائی فائدہ ۳ میں جو یہ لکھا ہے کہ نیک اعمال کو اپنی طرف اٹھاتا ہے، یعنی قبول کرتا ہے۔ یہ تشریح اِسوجہ سے کی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک یہ مطلب نہ لینے سے جہت ثابت ہوتی ہے۔ اِس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی عربی تفسیر ص۳۶۵ سطر ۱۱ میں "اَیْ یَصْعَدُ اِلٰی جَنَابِہٖ سُبْحَانَہٗ اَیْ یَقْبَلُہٗ" لکھا ہے۔ یعنی اسکی طرف جانے سے مراد قبول کرتا ہے۔ یہ مطلب لیا ہے تاکہ جہت ثابت نہ ہو۔ "اور نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔ بناء بریں یہ بات غلط اور کل محدثین کے خلاف ہے۔ اور صریح صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب جہتِ علوی کے قائل نہ تھے۔ راز صاحب نے حاشیہ مخلوط کر دیا ہے۔ تاکہ اہل حدیثوں کا عقیدہ بگاڑ دیا جائے۔

نمبر ۱۲:۔ ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص۵۴۵/۲۳ سورۂ ص، ع ۳ر آیت "اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ" کا ترجمہ اسطرح کیا ہے "میں نے ان بہترین گھوڑوں سے محبت خدا کے ذکر کیلئے کی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کسی اوٹ میں چھپ گئے۔ اس نے کہا ان کو میری طرف واپس لاؤ، پھر ان کی پنڈلیاں اور گردن چھونے لگا"۔ اس جگہ تین باتیں قابلِ غور ہیں، (۱) گھوڑوں سے خدا کے ذکر کیلئے محبت کرنا۔ (۲) گھوڑوں کا اوٹ میں ہوجانا۔ (۳) گھوڑوں کو واپس منگوا کر گردن اور پنڈلیوں کو چھونا۔ راز صاحب نے حاشیہ میں جس قدر توجیہات لکھی ہیں، وہ تفسیر ثنائی ص۲۶/۷ سے ہیں۔ جس پر آپنے بڑی ہمت سے تصحیح و تصدیق اور تائید فرمائی ہے۔ یہ فخر الدین رازی کی تفسیر سے ماخوذ ہے۔ کاش کہ راز صاحب اپنے بزرگ حضرت علامہ محدث و مفسر سید محمد صدیق حسن صاحب بھوپالی کی تفسیر فتح البیان پر ایک نظر ڈال لیتے تو اُس رازی کی تفسیر کا راز کھل جاتا۔ مولوی ثناء اللہ تو متکلمین اور ان جیسوں کی خوشہ چیں مسلم الثبوت ہستی ہے۔ راز صاحب میں وہ مادہ کہاں؟ نواب والاجاہ فرماتے ہیں "ھٰذَا التَّفْسِیْرُ

مِنَ الرَّازِیِّ وَاَبْعَدُہٗ مِنَ النَّظْمِ الْقُرْاٰنِیِّ، وَالْحَقُّ مَاذَکَرْنَا، فَاِنَّ اللُّغَۃَ تَشْھَدُ بِضَرْبِ السُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ، وَلَا وَجْہَ لِلْعُدُوْلِ عَنْہُ اِلٰی تَاْوِیْلٍ رَکِیْکٍ وَتَوْجِیْہٍ بَعِیْدٍ بِنَاءً عَلٰی عِصْمَۃِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ"۔ رازی نے بھی یہی کہا تھا جو مولانا ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ مگر نواب والاجاہ نے ایمانی غیرت کی بناء پر صاف لکھدیا کہ "رازی کی تاویلیں بہت ہی بعید اور قرآنی نظم سے دور ہیں۔ حق بات وہی ہے جسے ہم نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ لغت بھی اسی کی گواہی دیتی ہے۔ لہذا اس سے تاویلاتِ رکیکہ کی طرف اور انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کے بہانے کی بناء پر دُور دراز کی توجیہات کی طرف جانیکی کوئی وجہ نہیں ہے"۔ راز صاحب بوجہ کم سرمایہ ثنائی پر فریفتہ ہوکر فرماتے ہیں "مولانا کی توجیہ درست معلوم ہوتی ہے"۔ نواب والاجاہ نے جو اس آیت کی تفسیر باحوالہ بیان کی ہے، ہم اسکو علی سبیل الاختصار اپنے بھائیوں کے عقیدہ کی درستگی کیلئے لکھتے ہیں۔ نواب صاحب نے فرمایا ہے "عَنْ" "عَلٰی" کے معنی میں ہے، "اَیْ اٰثَرْتُ حُبَّ الْخَیْلِ عَلٰی ذِکْرِ رَبِّیْ یَعْنِیْ صَلٰوۃَ الْعَصْرِ وَبِہٖ قَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ"۔ یعنی میں نے گھوڑوں کی محبت کو ذکرِ رب یعنی عصر کی نماز پر اختیار کیا۔ حضرت علیؓ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ بعض لوگوں نے جو کہا ہے "پھر اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں محبت سے چھونے لگا" یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ وہ صحیح ہے جو حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا ہے کہ "اس کے معنی ہیں تلوار کے ساتھ گردن اور پنڈلیوں کا صفایا کرنا"۔ کیونکہ یہ نماز فوت ہوجانے کے اسباب تھے۔ اور اس کے اَولیٰ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کلام الٰہی کا سیاق اسی کو بتاتا ہے۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ ان گھوڑوں کو ذکرِ رب پر اختیار کیا، یہاں تک کہ نمازِ عصر بھی فوت ہوگئی۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُن گھوڑوں کو واپس لانے کا حکم دیا۔ تاکہ اپنے نفس کو اس چیز سے سزا دیں۔ جس نے اپنے میں مشغول کرکے خدائے تعالیٰ کی عبادتِ فرضیہ کے ادا کرنے سے غافل کر رکھا تھا۔ محض ہاتھ یا کپڑے کیساتھ انکی

گردنوں اور پنڈلیوں کا غبار وغیرہ دُور کرنے کی غرض سے اُن کو پیش کیا گیا ہو، اس کی کوئی مناسب وجہ ہے ہی نہیں، اور نہ ان لوگوں کے پاس اس پر دلیل پکڑنے کی کوئی وجہ ہے کہ نبی کی ذات سے مال کا ضائع ہونا ممکن نہیں۔ محض ایک چیز کا ہماری شریعت (محمدیہ) میں ناجائز ہونے کی بنا پر مُستبعد قرار دینا بے فائدہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں رَوا ہو۔ ہماری شریعت میں بھی بلا وجہ مطلق مال کا ضائع کرنا منع ہے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہانڈیوں کو نہ اوندھواتے جو مالِ غنیمت کے تقسیم ہونے سے قبل پکائی گئی تھیں۔ اور صحابہ کرامؓ بھی احتکار والوں کے نہ جلواتے۔ اُن ہانڈیوں کے اوندھوا دینے سے معلوم ہوا کہ غرضِ فاسد کی بنا پر مال ضائع کرنا منع ہے۔ صحیح مقصد کی بنا پر ہماری شریعتِ محمدیہ بھی منع نہیں کرتی۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر فتح القدیر میں اسی طرح بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ افسوس تفسیر ثنائی میں ہے کہ بعض حضرات نے "تَوَارَتْ" کی ضمیر کا مرجع سورج کی طرف پھیر دی ہے۔ مگر "ھَا" کی ضمیر خیل (گھوڑوں) کی طرف بتلائی ہے۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ سارے مضمون میں سورج کا نام نہیں آیا تو ضمیر اُس کی طرف کیسے پھر سکتی ہے۔ فاضل مفسّر نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ "مَحَلُّ الْقَدْحِ فِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ هُوَ نِسْبَةُ سُلَيْمَانَ إِلَى حُبِّ الدُّنْيَا حَتّٰى غَفَلَ عَنِ الصَّلَاةِ، ضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلٰى ذٰلِكَ أَنْ قَطَعَ أَعْنَاقَ الْخَيْلِ وَعَرْقَبَةَ أَرْجُلِهَا مَنْهِيٌّ عَنْهُ" لوگوں نے قابلِ قدح اس واقعہ میں اگر قرار دیا ہے تو صرف اسی قدر ہے کہ اس میں حضرت سُلیمان علیہ السلام کی طرف دنیاوی محبّت کو منسوب کیا ہے۔ جسکی وجہ سے وہ نماز سے غافل ہوگئے اور گھوڑوں کی گردنیں، کوچ کاٹ ڈالی جو جائز نہ تھا، پھر اس کے جواب بھی دیئے ہیں۔ مولانا صاحب کا یہ لکھنا کہ سارے مضمون میں سورج کا نام نہیں تو ضمیر اسکی طرف کیسے پھر سکتی ہے۔ جیسے نیشاپوری لکھتے ہیں کہ "حَتّٰى تَوَارَتْ إِلَى الشَّمْسِ بِدَلِيلِ ذِكْرِ الْعَشِيِّ"، تفسیر معالم التنزیل میں ہے "أَيْ تَوَارَتِ الشَّمْسُ

بِالْحِجَابِ أَيْ اِسْتَتَرَتْ"۔ علّامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر میں آیت "إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ" کے تحت فرماتے ہیں۔ "ذَكَرَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ وَالْمُفَسِّرِينَ أَنَّهُ اشْتَغَلَ بِعَرْضِهَا حَتّٰى فَاتَ وَقْتُ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَالَّذِي يَقْطَعُ بِهِ أَنَّهُ لَمْ يَتْرُكْهَا عَمْدًا بَلْ نِسْيَانًا كَمَا شَغَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ" میں بہت سے سَلَف اور مفسّرین کا یہی کہنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جن گھوڑوں کی پیشی تھی اُنکی مشغولیت میں نماز عصر سے غافل ہوگئے۔ یقینی بات یہی ہے کہ انھوں نے نماز عمداً نہیں چھوڑی تھی بلکہ نسیان کی بنا پر، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق والے روز نمازِ عصر کے وقت خندق کی مشغولیت میں رہے تھے۔ پھر مفسّر نے معترضین کے اعتراضات کے جوابات بھی دیئے ہیں۔

تفسیر جامع البیان میں ہے "حَتّٰى تَوَارَتْ أَيِ الشَّمْسُ وَمُرُورُهُ ذِكْرُ الْعَشِيِّ دَالٌّ عَلَى الشَّمْسِ"۔ تفسیر شوکانی و نواب بھوپالی میں ہے "يَعْنِي الشَّمْسُ وَلَمْ يَتَقَدَّمْ لَهَا ذِكْرٌ وَلٰكِنَّ الْمَقَامَ يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ، قَالَ الزَّجَّاجُ إِنَّمَا يَجُوزُ الْإِضْمَارُ إِذَا جَرٰى ذِكْرُ الشَّيْءِ أَوْ دَلِيلُ الذِّكْرِ وَقَدْ جَرٰى هُنَا الدَّلِيلُ وَهُوَ قَوْلُهُ بِالْعَشِيِّ" "تَوَارَتْ" کی ضمیر سورج کی طرف راجع ہے۔ گو اس کا ذکر پہلے نہیں ہے۔ مگر اس جگہ "اَلْعَشِيِّ" دلالت کر رہا ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ کلامِ عرب میں اِضمار لانا اُسوقت رَوا ہوتا ہے جب کسی چیز کا ذکر ہوچکا ہو۔ یا کوئی لفظ اس کے ذکر پر دلالت کرنے والا ہو۔ اور یہاں واقع ہوچکی ہے جو ارشادِ باری تعالیٰ میں لفظ "بِالْعَشِيِّ" ہے۔ علّامہ ابن جریر طبری مفسّر فرماتے ہیں "قَوْلُهُ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ يَقُولُ حَتّٰى تَوَارَتِ الشَّمْسُ بِالْحِجَابِ يَعْنِي تَغَيَّبَتْ فِي مَغِيبِهَا"۔ اسمیں حضرت ابن مسعودؓ و قتادہؓ و حضرت علی کرّم اللہ وجہہ نے صرف سورج کے چھپنے کا ذکر کیا ہے۔ مفسّر نیشاپوری کا کلام اوپر گذر چکا ہے

جس میں انھوں نے بھی سورج کے چھپنے ہی کو فرمایا ہے جس کی دلیل لفظ "عَشِیّ" کے ذکر کو بیان کیا ہے۔ اور اسی کو مفسر جامع البیان نے بلکہ قریب قریب تمام مفسرین نے یہی بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تفسیر ثنائی کے مؤلف کا یہ کہنا کہ "سارے مضمون میں سورج کا نام نہیں" غلط ہے۔ لفظ "بِالْعَشِیِّ" تو صاف موجود ہے۔ کیا اپنے ترجمہ کی تصحیح کا دار و مدار اسی پر رکھا ہے۔ جب وہ غلط ثابت ہو گیا تو ترجمہ کی تصحیح بھی ختم ہو گئی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ متقدمین سلف کی تفسیر کو ٹھکرا کر یہ کام صرف ایک رازی کے بھروسہ پر کیا ہے۔ مگر پھر بھی وہ کارگر ثابت نہ ہوا۔ "عَنْ" کو "لِاَجْلِہٖ" کے معنیٰ میں بنانے کی سعی بیکار ثابت ہوئی۔ یہاں "عَنْ" "عَلٰی" کے معنیٰ میں ہے۔ یا اپنے اصلی معنیٰ پر ہے۔ بہرکیف "عَنْ" تعلیل کے لئے بھی آجاتا ہے۔ مگر محققین نے اس آیت تعلیل کیلئے تسلیم نہیں کیا۔ چنانچہ ابن ہشام نحوی وغیرہ نے وضاحۃً صراحت کے ساتھ لکھدیا ہے۔

رازی صاحب نے شاہ صاحب کے فارسی ترجمہ کا ذکر کیا ہے، اس کو بھی ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے "ہر آئینہ دوست داشتم ایں اسپاں را از قبیلِ رغبت بمال، اِعراض کناں از ذکرِ پروردگارِ خود، تا آنکہ پنہاں شد آفتاب در پردہ یعنی نمازِ عصر فوت شد، باز گردانید ایں اسپاں را بر من، پس شروع کرد دست رسانیدن بساقہا و گردن ہا، یعنی ذبح کرد، و ساقِ آنہا را بُرید از جہتِ غیرت بر ذکرِ خدائے تعالیٰ"۔

رازی صاحب نے شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ کو لکھ کر حاشیہ آرائی کی ہے کہ اس کا مفہوم وہی ہے جس کی طرف حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔ سچ کہیئے! شاہ صاحب والا، ثنائی اغراض کے موافق ہے یا مخالف؟ شاہ صاحب کا مضمون تمام مفسرین کے موافق ہے۔ سوائے ثنائی اور رازی کی تفسیر کے۔ ان دونوں تفسیروں سے متأثر ہونے کی ضرورت نہیں۔ فی الواقع تفسیر رازی ائمہ محققین کے نزدیک تفسیر ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں "فِیْہِ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا التَّفْسِیْرُ"۔ ابن جریر طبریؒ نے مال اور کوچ کو محبت سے

چھونے کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ صرف نماز کا خیال نہ رہنے کی بناء پر بلاوجہ مال کے تباہ کرنے میں جانوروں کو عذاب دینا اُن کا کام نہ تھا۔ امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے "فِیْہِ نَظَرٌ" یعنی ابن جریر طبری کا یہ کہنا اور ترجیح دینا ٹھیک نہیں، بلکہ قابلِ اعتراض ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اُن کی شریعت میں یہ جائز ہو۔ خاص کر یہ خفگی خدا کی رضا کے خاطر ہو۔ یہی ایک وجہ تھی جب خدا نے اُن کو گھوڑوں کے جھمیلے سے نکال کر اس کی جگہ ہوا کو مُسخّر کر دیا جس کی رفتار اقدر تیز تھی کہ صبح و شام ایک ایک ماہ کی مسافت طے کرنے میں اُن گھوڑوں سے نہایت اعلیٰ اور بہتر تھی۔ شاہ صاحب نے بھی "تَوَارَتْ" سے معنیٰ "اَلشَّمْسُ" کے اور "ھَا" سے گھوڑے مراد لئے ہیں۔ جو ثنائی ترجمہ کے بالکل خلاف ہے۔ رازی صاحب آئندہ کیلئے تصحیح اور تقلید کا خاتمہ فرمادیں۔

نمبر ۱۳:۔ ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ص ۵۴۵/۲۳ سورہ ص، ع ۳ رآیت "وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا" کا ترجمہ اسطرح کیا ہے "اسکی کرسی تخت پر ہم نے ایک جسم بے جان یعنی کچّا گرا ہوا بچّہ ڈلوایا جو اُسی کا بچّہ تھا"۔ یہ ثنائی تفسیر اہلحدیثوں کی تفسیر کے خلاف ہے۔ جسکو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں بیان کیا ہے۔ وہ اہلحدیثوں کی صحیح تفسیر ہے۔ صحیح بخاری کتاب التفسیر اور بدء الخلق، کتاب الانبیاء میں ہے "جَسَدًا" "شَیْطَانًا"۔ اِس جسد سے مراد شیطان کا جسد یعنی جثّہ ہے۔ ادھورا بچّہ مراد نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری ص ۳۳۱/۶ میں فرماتے ہیں کہ "ذَکَرَ النَّقَّاشُ فِیْ تَفْسِیْرِہِ الشِّقُّ الْمَذْکُوْرُ ھُوَ الْجَسَدُ الَّذِیْ اُلْقِیَ عَلٰی کُرْسِیِّہٖ وَقَدْ تَقَدَّمَ قَوْلُ غَیْرِ وَاحِدٍ مِنَ الْمُفَسِّرِیْنَ اَنَّ الْمُرَادَ بِالْجَسَدِ الْمَذْکُوْرِ شَیْطَانًا وَھُوَ الْمُعْتَمَدُ وَالنَّقَّاشُ صَاحِبُ مَنَاکِیْرَ" نقاش نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے "جسد" سے مُراد وہ گرا ہوا بچّہ ہے جو کرسی پر ڈالا گیا تھا۔ بلکہ ہم بہت سے مفسّرین کے ارشادات اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں

کہ جسد سے مراد شیطان ہے، اور یہی قول قابلِ اعتماد ہے، اور نقاش اپنی ذات سے منکر روایتوں والا ہے۔ تفسیر ابن جریر طبری میں ہے "وَلَقَدْ ابْتَلَيْنَا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا شَيْطَانًا مُتَمَثِّلًا بِالْإِنْسَانِ" امام شوکانیؒ و نوابؒ بھوپالی اپنی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں "أَكْثَرُ الْمُفَسِّرِينَ هٰذَا الْجَسَدُ الَّذِي أَلْقَاهُ اللّٰهُ عَلَى كُرْسِيِّ سُلَيْمَانَ هُوَ شَيْطَانٌ" اکثر مفسرین کا یہی کہنا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جس جسد کو سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈالا تھا وہ شیطان تھا۔ مستدرک حاکم وغیرہ میں بسند صحیح حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح مروی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں بھی حضرت ابن عباسؓ سے موجود ہے۔ جس کو فریابی نے موصول کیا ہے۔ ابن جریرؒ، ابن ابی حاتمؒ اور ابن المنذریؒ و حکیم ترمذی وغیرہ نے بھی اُسے روایت کیا ہے۔ یہاں تک تو صحیح ہے۔ البتہ اس شیطان کا اور تفصیلی قصہ صحیح طور سے ثابت نہیں۔ اسرائیلیات کی طرف نسبت کیا جاتا ہے۔ ابن کثیر میں انگشتری کا بھی ذکر ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں آیت "وَأَلْقَيْنَا" کے تحت موجود ہے۔ "قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَمُجَاهِدٌ وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَالْحَسَنُ وَقَتَادَةُ وَغَيْرُهُمْ وَشَيْطَانًا" کچّا گرے ہوئے بچّہ کے معنیٰ کے ساتھ جو تفسیر کی گئی ہے وہ ہرگز اہلحدیثوں کی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی نے بھی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں جس کی تردید کی ہے وہ سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ بلکہ متکلمین روافض و خوارج کی تفسیر ہے۔ راز صاحب نے ثنائی تفسیر پر اعتماد کرتے ہوئے اہلِ حدیثوں کے اکابر کا خون کیا ہے۔ خدائے تعالیٰ نیک سمجھ دے۔

نمبر ۱۴:۔ ثنائی ترجمہ جدید ایڈیشن ۶۲۹/۲۷ سورۂ طور، ع ۱ آیت "وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ" کا ترجمہ اسطرح کرتے ہیں "اور اُن کے چھوٹے چھوٹے بچے اُن کے اِرد گرد ایسے پھرتے ہیں گویا چمکتے ہوئے موتی" اور سورہ واقعہ آیت "يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ" کا ترجمہ اس طور سے کیا ہے "اُن کے نسل کے خورد سال مرے ہوئے بہشت میں ہمیشہ رہنے والے بچے اُن جنّتیوں کے پاس" راز صاحب

نے یہاں کوئی مزید تشریح نہیں کی ہے۔ اسمیں بھی کچھ راز ہونا چاہیئے۔

تفسیر ثنائی ۱۹۳/۱۷ میں سورۂ طور کی آیت کا خلاصہ یوں لکھا ہے "اُنکے چھوٹے چھوٹے بچے جو لڑکپن میں دنیا میں مرگئے یا اُنکی حسبِ خواہش وہاں جنّت ہی میں پیدا ہوئے ہیں"۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی جلد ثانی ص ۱۷۵ میں فرمایا ہے "اَلْوِلْدَانُ الَّذِينَ يَطُوفُونَ عَلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ هُمْ خُلِقُوا مِنْ خَلْقِ الْجَنَّةِ لَيْسُوا بِأَبْنَاءِ أَهْلِ الدُّنْيَا" جو بچے جنّتیوں کے گرد گھومیں گے وہ جنّت کی پیدائش کے ہیں، دنیا کے بچے نہیں ہیں"۔ تفسیر خازن، سورۂ واقعہ ص ۱۴۴ میں ہے "وَالْقَوْلُ الصَّحِيحُ الَّذِي لَا مُعَوَّلَ عَنْهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنَّهُمْ وِلْدَانٌ خُلِقُوا فِي الْجَنَّةِ لِخِدْمَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ كَالْحُورِ" یہ بات صحیح ہے جس سے عدول ہی نہیں۔ خدا نے چاہا تو یقیناً یہ بچے جنّتیوں کی خدمت گزاری کیلئے جنت ہی میں پیدا شُدہ ہیں"۔ اسی تفسیر خازن میں ہے "یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ غلمان اولادِ مومن ہوں گی جو بچپن میں انتقال کر چکی تھیں، یہ قول ضعیف ہے۔ "وَالصَّحِيحُ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ أَنَّهُمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ" یعنی محققین جس صحیح بات کی طرف گئے ہیں وہ یہ ہے کہ یقیناً وہ بچے اہلِ جنّت ہی سے ہوں گے"۔ اصل وجہ ان باتوں کے بنانے کی یہ ہے کہ جنّت میں تو لُد نہیں۔ صاحب خازن فرماتے ہیں کہ قدرت نے جنّتی بچے بنائے ہیں جو دنیا میں پیدا نہیں ہوتے۔ اُن پر غلمان کا اطلاق "لسان العرب" میں آیا ہے "عرب کے لوگ نابالغ لڑکے کو "وَلَدٌ" کہتے ہیں۔ "وَإِنْ لَمْ يُولَدُوا وَلَمْ يُحْصَلُوا عَنْ وِلَادَةٍ أُطْلِقَ عَلَيْهِمُ اسْمُ الْوِلْدَانِ لِأَنَّ الْعَرَبَ تُسَمِّي الْغُلَامَ وَلِيدًا مَا لَمْ يَحْتَلِمْ"[1] جمل ص ۲۷۲ ج ۴ اور تفسیر سورۂ واقعہ جلالین میں لفظ "عَلَى شَكْلِ الْأَوْلَادِ" کے تحت صاف موجود ہے "أَيْ فَهُمْ مَخْلُوقُونَ فِي الْجَنَّةِ ابْتِدَاءً كَالْحُورِ الْعِينِ لَيْسُوا مِنْ أَوْلَادِ الدُّنْيَا هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ" یہ جنّتی بچے پیداواری میں ابتداءً حورِ عین کی طرح سے ہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ دنیاوی اولاد سے نہیں ہیں۔ جامع ترمذی اور مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری

[1] مُستی غلام کو جب تک کہ اسکو احتلام نہ ہو (یعنی جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے) "وَلید" کہتے ہیں، بالغ ہونے پر "رَجُل" کہا جائے گا۔ ابن مؤلف۔

رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے " اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً الَّذِیْ لَہٗ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ خَادِمٍ۔ "وہ جنتی ادنیٰ درجہ کا ہوگا جس کیلئے اسّی ہزار خادم ہوں گے۔" اسی حدیث کو ابن حبّان اور ضیاء مقدسی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسکی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہاں دنیاوی اولاد سے کیا تعلق؟ امام ابن القیمؒ نے حَاوِیُ الْاَرْوَاح میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ یہ دنیاوی اولاد نہیں ہوگی۔

برادرانِ اہل حدیث! ہم نے یہ چند ثنائی ترجمہ اہلِ حدیث مسلمانوں کے عقائد کو خراب کرنے والے نمونہ کے طور پر پیش کیے ہیں۔ اُن کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ آدمی کہاں تک بیان کرے۔ ہمیں کسی قسم کا ملال نہیں، بلکہ ہماری تو خدا سے یہی اِلتجاء ہے کہ تمام اہلِ حدیث برادران شوق سے اہلحدیث طریقہ کی اشاعت کریں۔ آخر مقلّدین کی جماعت بھی تو تراجم کے ذریعہ اشاعت کرتی ہے۔ مگر وہ اپنے مذہبِ معہود کی حدبندی سے تجاوز نہیں کرتے۔ کیا اچھا ہو کہ ہمارے اہلِ حدیث بھائی بھی اپنے صحیح طریقہ کی حد میں رہ کر تراجم قرآن کی اشاعت کریں۔ پھر تو ہمارے دل بَلّیوں اُچھلیں۔ مگر جب ہم علماء کو اپنے صحیح مسلک سے ہٹ کر آگے گذرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو بڑا زبردست صدمہ ہوتا ہے۔ یہ صدمہ صرف اِسی بنا پر ہوتا ہے کہ ہمارے بھائی ناواقف اہلِ حدیث اُردُو داں کے عقائد فاسد ہو جائینگے ہمارا حق تو یہ تھا کہ ہم اِن تراجم کے ذریعہ مخلوقِ خدا کے عقائد کی اصلاح کریں۔ اور صحیح مسلک کی دعوت دیں۔ یا مشہور و معروف علّامہ کے نام سے دنیا کمانا مقصود ہے۔ پھر تو حق سے کوئی غرض نہیں۔ مشہور فرم کے نام سے دنیا کمائی جارہی ہے۔ ہم اہلحدیثوں کو یہ زیبا نہیں۔ شَیْخُ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِیْنَ

ابُوعبدالکبیر محمد عبدالجلیل سامرودی، کان اللہ لہٗ

جولائی ۱۹۶۱ء مطابق ۱۳۸۱ھ

کتابت: محمد انور غازی سہزاری باغوی ۲۰۰۵ء

ماہنامہ ترجمان

قارئین نوٹ فرمالیں

گزشتہ شمارہ ۲۴/ جریدہ "ترجمان" میں ڈاکٹر شمس کمال انجم مدنی کے مضمون "استاد محترم مفتی فیض الرحمٰنؒ کی چند یادیں اور چند باتیں" میں عبارت " انہوں نے مولانا عبدالجلیل سامرودیؒ کی کسی تحقیق کا تعاقب کیا تھا " پر ادارتی نوٹ چھپنے سے رہ گیا تھا اسے نوٹ فرمالیں۔

۱۔ یہ کتاب " الجواب السداد " کے نام سے مولانا محمد داؤد راز صاحب نے ادارہ نور الایمان دہلی سے چھاپی تھی یہ درحقیقت سامرودی صاحب کے اس رسالہ کا جواب تھا جس کو سامرودی صاحب نے "مسلمانوں کے ایمان وعقائد کو برباد کرنے والا ثنائی ترجمہ اور اس کے اغلاط " کے نام سے چھاپا تھا۔ یہ کتاب اس وقت کافی پسند کی گئی اگرچہ جو مسائل اس میں اٹھائے گئے تھے عقیدہ کے، ان میں صحت سامرودی صاحب کی تنقید ہی کو حاصل تھی، اسماء وصفات میں تاویل محدثین کا طریقہ نہیں تھا جب کہ بعض مناظراتی مجبوریوں کے سبب امرتسریؒ نے ان کو روا رکھا تھا۔ سامرودی صاحب کی تحریر میں شدت غلظت تشدد تھا جس کے سبب جماعت میں ان کی اس روش کو پسند نہیں کیا گیا۔ امرتسری صاحب نے بعد میں اپنے رویہ کی ایسی تاویل بیان فرمادی تھی جو قابل قبول تھی جس پر خود سامرودی صاحب نے "اہلحدیث" میں اپنی خوشی کا اظہار کیا تھا۔ الجواب السداد میں چند نظمیں بھی تھیں جو امرتسری صاحب کی تائید اور سامرودی صاحب کی رد میں تھیں۔

ایک شعر آج تک یاد ہے۔

الٰہی بھیج علامہ ثناء اللہ کا ثانی۔ کہ حد سے بڑھ گئی ہے سامرودی کی ستم رانی

مولانا سامرودی صاحب نے مفتی صاحب کے جواب میں ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جس کا نام تھا "الامر الرشاد فی جواب "الجواب السداد" جس پر مفتی صاحب نے معافی تلافی کر لی تھی اور بات آئی گئی ہوگئی اور دونوں کے تعلقات بہتر ہوگئے تھے۔ (رضاء اللہ عبدالکریم مدنی)

جلد :26 شمارہ :1 اذی الحجہ ۱۴۲۷ھ موافق 16-1/ جنوری 2006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان اللہ! علامہ رضاء اللہ عبدالکریم صاحب مدنی نے مضمون نگار کی عبارت پر ایک ماہ بعد تعلیق تحریر فرما کر اپنے قلبِ بیقرار کو تسکین دینے کی کوشش کی ہے۔ اس گراں قدر نوٹ میں موصوف نے اس بات کا اعتراف تو کیا ہے کہ ثنائی ترجمہ میں واقع شدہ عقیدہ کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے میں "صحت سامرودی

صاحب کی تنقید ہی کو حاصل تھی'' ساتھ ہی یہ بھی اقرار کیا ہے کہ ''اسماء وصفات میں تاویل محدثین کا طریقہ نہیں تھا'' پھر یہ عذر کہ ''بعض مناظراتی مجبوریوں کے سبب امرتسریؒ نے ان کو روا رکھا تھا'' عقیدۂ صحیحہ سے انحراف کرنے کا کیا ہی خوب حیلہ ہے۔

جب کہ محدثین تو درکنار ایک عام ذی شعور طالب علم سے بھی مخفی نہیں کہ اسماء اللہ وصفاتہ میں تاویل کرنا ہرگز جائز نہیں تو پھر ''مناظراتی مجبوریوں'' کا سہارا لیکر ایسے باطل عقیدہ کو روا رکھنا کہاں سے قابل قبول سمجھا جائے۔ اور پھر ایسے عقائد فاسدہ کے حاملین کی تائید میں مدحیہ کلام پیش کرنا علماء کا شیوا نہیں۔ نا ہی علماء کو یہ زیبا ہے کہ لومۃ اللائم کی پرواہ کئے بغیر دفاع عن الدین کی خاطر برملا انکار حق کی تردید کرنے والے علماء ربانی کا ان عقائد کی اصلاح کرنے پر ان کو مطعون کیا جائے اور ان کی اصلاح کو ''ستم رانی'' سے تعبیر کیا جائے۔ درحقیقت سامرودیؒ کی اصلاح کی صحت کا اعتراف کرنے کے بعد اسے ستم رانی کہنا محض شخصیت پرستی کا نتیجہ ہے۔ نہیں تو باطل کی بقا اور حق کی شکست کی دعا کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟۔

مزید چرب زبانی سے عذرِ باطل پیش کر کے معافی تلافی کروالینا، نیز اس بات کو ''آئی گئی ہوگئی'' سمجھنا اور اس کے باوجود ان غلطیوں کو اپنے ترجمہ وتفسیر میں برقرار رکھنا امت کو فریب دینے کے مترادف ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جب ترجمہ میں واقع شدہ عقیدہ کی غلطیوں کی نشاندہی ہوچکی اور ان کا اعتراف بھی کیا گیا تو ان غلطیوں کی اصلاح کر کے ترجمہ وتفسیر میں ترمیم کردیا جاتا، لیکن افسوس صد افسوس کہ ثنائی ترجمہ ان عقیدہ کی غلطیوں سمیت آج تک چھپتا آرہا ہے۔ نہ ناشرین کو فکر ہے نہ علماء کو بلکہ داعی ہونے کے دعویدار بھی آئے دن نت نئے انداز میں انکارِ حق کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں۔ کیا داعیان کے یہی اوصاف ہوتے ہیں۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى. والله المستعان.